

٥٥٤

تحقيق الحق

ع ١١٠

184
—
24

۵۵۱۱
۱۱۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَکْیَلُہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ الطَّیْبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمُکْرَمِیْنَ ط
اے اہل جہاد فقیر فقیر احمد حسن نانوتوی جلد اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ رسالہ
ہذا کی تالیف سے احقر کا مقصود کسی پر جملہ یا دل آزاری نہیں۔ بلکہ دین حق کی اشاعت
مقصود ہے۔ اس لئے اپنی چودہ سالہ تحقیق کو قلمبند کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اگر قدر دانی
کرین تو احسان ہے۔

احقر خاندان اسلام میں تولد ہوا۔ اور آغوش خفیہ میں پرورش پائی۔ مگر خانہ اسلام میں تہتر باب نظر آئے
اس لئے نہایت پریشان ہوا۔ اور سوچا کہ یا الہی کیا کروں۔ کہ ہر جاؤں۔ آخر کار بسم اللہ مجر کیا و
محرکھا کہ اپنی ٹوٹی پھوٹی کشتی کو بحر تحقیق میں چھوڑ دیا۔ اور اس فرمودہ نبوی کو مدنظر رکھ کر
کہ میری امت کے تہتر فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ باقی سب ناری۔ جلد مذاہب کو جو
اہل سنت کی شاخ ہیں۔ مثلاً حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی۔ اہلحدیث۔ قادیانی۔ صوفی۔
وغیرہ خوب دیکھے۔ بھالے۔ مگر تسکین قلب نہ ہوئی۔ بلکہ مذاہب کے اختلافات تہیادتی
و عشرت کا باعث ثابت ہوئے۔ مگر اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کتب اہلسنت ہی
سے ایسی دستیاب ہوئیں کہ جن سے مذہب امامیہ کی تائید ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر مذہب
امامیہ کو جو جلد مذاہب میں نہایت حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کتب اہلسنت ہی سے انتخاب کرنا
شروع کیا۔ اور جب قدر احقر کی کشتی امید لب ساحل کی طرف بڑھتی گئی اسی قدر پیر پروردگار
دل سیراب ہوتا گیا۔

اور ان ہی ایام میں احقر کو حسن اتفاق سے امرتسر - لاہور - ہوشیار پور - دہلی - اگرہ
 اجمیر - بمبئی - بھوپال - کانپور - لکھنؤ - الہ آباد - دیوبند وغیرہ کا سفر پیش ہوا۔ اکثر کتب
 خانوں کی سیر بھی کی اور کچھ ذخیرہ بھی جمع کیا۔ اگرچہ اس کا رخیر میں احقر کو اکثر دینی موارف
 بھی پیش آئے۔ اور اس کا رخیر میں مزاحمت کرنے والوں نے اپنی طبیعت کی خوبی کو ایسے الفاظ
 میں ظاہر کیا۔ کہ بجائے اس کے کہ کوئی طالب حق شریک ہو کر اعتراک ہاتھ بٹا کر داخل حسنا
 ہوتا۔ اپنی مخالفت سے میرے دل کو دکھاتا تھا۔ مگر مجھے اپنے کام سے کام تھا۔ نہ کسی کی مخالفت
 کی پرواہ تھی اور نہ اپنی کم استعدادی کا مطلق خیال تھا۔ البتہ اگر خیال تھا تو یہ تھا۔

کہ مسلمانوں کے دین کی تباہی دیکھ دیکھ کر قلب دکھاتا تھا۔ اور اسکے علاج کی فکر میں رہتا
 تھا۔ اور زیادہ فکر کیوجہ یہ تھی کہ تمام تر میری قوم لاعلمی کیوجہ سے عقائد باطلہ اور خصائل ذلیلہ
 میں مبتلا ہو کر صرف دین حق کی خوبیوں سے محروم ہی نہیں بلکہ ان سے اکثر اقوال و افعال
 کفر تک سرزد ہو رہے ہیں۔ کہ جس سے ان کا دین تباہ اور زندگی بے لطف و بدمزہ ہو رہی
 ہے۔ پس مسلح داریں سمجھ کر رسالہ ہذا مسلمی پر تحقیق الحق قرآن و احادیث و دیگر اقوال
 بزرگان دین اہلسنت سے بامداد خدائے عزوجل اخذ کر کے ناظرین سے ملتی ہوں۔ کہ اگر
 تعصب اور عن پروری کو بالائے طاق رہا کر حسن عقیدت کے ساتھ نظائر انصاف کے بغرض
 تحقیق حق دیکھا جائے تو ناظرین کو اپنی رائے قائم کرنے کا موقع بخوبی مل سکتا ہے۔

واضح ہو کہ ائمہ اہلبیت نبوی میں جس جلیل الشان اسلامی پیشوا کا یہ فوٹو لیا جاتا ہے
 وہ صرف اسلامی آسمان کا آفتاب ہی نہیں بلکہ ہر طبقہ میں سرآمد نظر آتے ہیں۔ مجمع
 سلاطین میں شہنشاہ فصحا بلغا میں یکتا۔ ہر علم و فضل میں پروفیسر شجاعت میں
 شہسوار سخاوت میں بے مثال۔ صبر و توکل میں لاثانی۔ غرض کہ وہ اعجاز و کمالات آپ

کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں۔ کہ جو آنکھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی ذات میں
ایسا جامع صفات حسینہ بزرگ شخص بعد پیغمبر ذوالجلال جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کوئی پیدا نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ آپ کی حمد صفات کو دیکھ کر نصیری نے آپ کو
خدا جانا۔ اور صوفیہ نے خدا چائے کیا جانا۔ سچ ہے

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے، بہ نبی جانے یا خدا جانے



حمد و الحبلال

حمد و ثنا کے قابل وہ ذات کبریا ہے کہ جس کی ابتدا ہے نہ انتہا ہے جو نہ کسی شکل سے محدود ہے۔ نہ کسی مکان میں محصور ہے۔ فنا و حدوث کے جملہ وہم و نہم سے پاک ہے۔ وہ جمیع کمالات کا سرچشمہ ہے۔ اس پر جملہ اسباب کا سلسلہ تمام ہے۔ وہ ہر چیز کا مالک و خالق ہے۔ عالم کے جملہ تغیرات اس کے زبردست ید قدرت کا کام ہے۔ موجودات میں کوئی بھی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں۔ بلکہ کسی کا وجود بھی اصلی وجود نہیں

نعت پیغمبر و الحبلال

سَلَامٌ دُرُّو دِلَا مُحَمَّدٌ وَ دُرِّ سَيِّدِ كَائِنَاتٍ خَلَّاهُ مَوْجُودَاتٍ سِرِّ وَ اَرْكَوْنَ وَ مَكَانٍ شَهْدَاتٍ
دو جہان محبوب رب المشرقین و المغربین جد الحسن و الحسین شمش الضحی بدرالربی
نور و الہدی شافع محشر بید البشر رحمت اللعالمین امام الانبیاء و المرسلین سر حلقہ
اولین و آخرین خاتم النبیین انیس الغریبین راحت العاشقین مراد المشتاقین شمس العارین
سراج السالکین۔ مصباح المقربین۔ محب الفقراء و المساکین منظر صنعت کریم
منبع لولاک لما خلقت الافلاک احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ الطیبین الطاہرین
و علی اصحابہ المکرمین و بارک و سلم۔ اس مشیت خاک کا کیا فہم و ادراک ہے۔ جو شمع
صفات ذات بابرکات کی کر سکے۔ جس کی مدح کا قرآن شاہد ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ
بحر اسحٰنین فی العلم کے منزل و منزل کے اسرار بیان کر سکے۔ آپ کی شان میں سراجا منیرا
آیا ہے۔ یعنی اسے پیغمبر تم ہدایت کے روشن چراغ ہو۔ اور روشن بھی کیسے کہ ان کو نور و طہارت

کو منور کر دیا جو کو چہ ضلالت میں سما سیمہ پھرتے تھے۔ اور معمولی چراغ تو کیا بلکہ فلکی قمر کی بھی کیا تاب و طاقت ہے جو ہمارے قمر یعنی پیغمبر کا مقابلہ کر سکے۔ جس کی تصدیق واقعہ شق القمر ہے۔ اور فلکی قمر کی روشنی میں کھڑے ہو کر دیکھو تو تاریکی کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ مگر ہمارے قمر یعنی پیغمبر کی روشنی جن قلبی چشموں میں موثر ہو گئی وہ آنکھیں چودا طبق کی چیزیں دیکھ سکتی ہے۔ اور فلکی قمر کی روشنی صرف اسی زمین پر ہے۔ مگر ہمارے پیغمبر کی روشنی چودہ طبق میں روشن ہے۔ اور فلکی قمر کی روشنی بوقت طلوع ہی ہوتی ہے۔ مگر ہمارے پیغمبر کی روشنی ہر وقت روشن ہے۔ اور فلکی قمر جب ارض و سما پیدا ہوئے تب طلوع ہوا۔ مگر ہمارا قمر ستر ہزار سال قبل از تخلیق ارض و سما طلوع ہو چکا تھا۔ مگر ہمارے قمر کی روشنی سے وہی دیکھتے ہیں۔ جو چشم باطن رکھتے ہیں۔ ظاہری آنکھ سے نہیں۔ کیونکہ آفتاب کی روشنی میں ہر بینا دیکھتا ہے۔ مگر نابینا کے نزدیک آفتاب کی روشنی بھی تاریکی کے برابر ہے۔ حضرت خدیجہ فرماتی ہیں کہ زلیخا کے یوسف کو دیکھ کر بہت سی عورتوں نے ہاتھ تراش لئے اور مر گئیں۔ مگر میرے یوسف کو دیکھا تو مردے زندہ ہو گئے۔ اور زندہ بھی کیسے جو مر نہیں سکتے۔ حیات ابدی حاصل ہو گئی۔ قوله تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا الْمَيِّتُ نَحْنُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر انکی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے۔ چونکہ بظاہر شمع پر پروانہ کے جکڑ مرنے کو ہم موت ہی سمجھتے ہیں۔ مگر پروانہ اس موت کو زندگی ہی سمجھتا ہے۔ اور پروانہ کی اس زندگی کا راز ہمارے حصار تشعرون سے ہزاروں گوس کے فاصلہ پر ہے۔

لیلیٰ کی شہرت بادشاہ نے سن کر کہا تھا کہ دیکھیں لیلیٰ کیسی ہے۔ دیکھا تو کہا کہ تم سے

خوبصورت تو میری کنیز ہیں۔ لیلیٰ نے جواب دیا کہ بیشک آپ کی کنیز مجھ سے خوبصورت
 ہیں۔ لیکن آپ اگر مجنوں کی آنکھوں سے مجھے دیکھتے تو ہرگز ایسا نہ کہتے۔ مجنوں سے پوچھ کر دیکھئے
 کس کو خوبصورت بتلاتا ہے۔ پس ہمارے یوسف کے حسن و جمال کی کیفیت ابوہل
 سے نہ پوچھو بلکہ واقعی صدیق اکبر سے پوچھ کر دیکھو کیا کہتے ہیں۔ اگر ابوہل کو ہماری صدیق اکبر
 جیسی بصارت قلبی ہوتی۔ تو پھر وہ ہمارے یوسف یعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو دیکھے تب پوچھو کیا کہتا ہے۔ اس وقت ضرور یہی کہیگا بقول شیرازی
 علیہ الرحمۃ۔ بَلَغَ الْعِلَّ الْجَاهُ۔ کشف البصائر بحالہ۔ حسنت جمیع خصالہ۔ صلّو علیہ وآلہ۔

فaran مجید

قرآن مجید فرقان حمید خدا کا وہ نور ہے جو دنیا کو جب کہ وہ کفر اور شرک کی تاریکیوں میں
 سراسیمہ ہو رہی تھی۔ روشن کرنے کے لئے فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور آفتاب
 عالم کی طرح دہلیم روشن ہوتا گیا۔ تھوڑے سے زمانہ میں دنیا کو مغرب سے مشرق تک
 روشن کر دیا۔ کسی کا کوئی حجاب اس آفتاب کی اشاعت شعاعوں کے حائل اور مانع
 نہ ہو سکا۔ چٹمہ رحمت مکہ کی خشک پھاڑیوں سے جاری ہوا۔ کہ جس نے عالم کو بہت
 جلد سیراب کر دیا۔ جس کی رو کا وٹ اور بھی اسکے چاروں طرف پھوٹ کر رہنے کا
 سبب ہوتی گئی۔

اس کتاب مبین نے انسان کے لئے سعادت داریں کی راہیں بتائیں۔ اور اسی نے
 اسکی قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل کر دی۔ عقلی ادراک اور سائنس کے اغلاط جو اس کی
 قلت فہم اور اوہام فاسدہ کی آمیزش سے پیدا ہوتے ہیں۔ واضح کر دیئے۔ عالم کی ابتدا

اور انتہا اور اس کی ظہور تدریجی کا نقشہ سامنے رکھ دیا۔ اور انسان کے سفرو و حدودی کے منازل کہ کہاں سے آیا۔ اور کہاں جائیگا۔ اور مقام اصلی کے لئے اس کو اس عالم میں کیا کیا کرنا چاہئے۔ صاف صاف بتا دئے۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر المنزل۔ سیاست مدن کے علوم۔ عشق حقیقی کے دستور۔ اور جلد اسرار بھی تعلیم فرما دئے اور چونکہ انسان پیکر جسمانی کے سبب حیوانوں جیسی زندگی بہو لعب بشہوت ولذات کو پسند کرتا ہے۔ اور اسی پیکر جسمانی کے سبب ابتداء اس کا اور اک بھی نہایت محدود رہتا ہے۔ اس مقدس کتاب نے اسکو پاکیزہ زندگی کرنی بھی سکھا دی۔ اور محدود اور اک میں نہایت وسیع ترقی بھی پیدا کر دی۔

اور اس کتاب میں کے طرز بیان کا کیا ٹھکانا اس فصاحت و بلاغت سے ادا کیا ہے کہ فصحاء و بلغاء نے عرب کی تو کیا مجال۔ نثر اجتماعت اللش والجرج تو آج تک بمثل ہذا القرآن تو کیا فانو بسورۃ من مثله بنانے پر قادر نہ ہو سکے۔ حالانکہ بزمانہ نزول و تشرین خطہ عرب میں فن شاعری کا بہت چرچا اور عروج تھا۔ ملک عرب کو فن شاعری میں قدرتی کمال حاصل تھا۔ بڑے بڑے فصیح بلیغ مضامین بنا دینا عرب کی لڑکیوں کا ادنیٰ کام تھا۔ عرب کی شاعری ہر ملک میں مانی ہوئی ہے۔ ہندوستان یا دیگر ممالک شاعر شعراء عرب کے سامنے عاجز ہیں۔ شعراء عرب میں سالانہ جلسہ شاعری کی غرض سے ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ پر اپنی اپنی نظمیں بڑے فخر و مباہات سے پڑھتے۔ جسکا کلام زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا اس کے لئے آواز تحسین و آفرین بلند کرتے۔ اور اس کے سر امرا و عرب کی طرف سے عزت کا سہرہ بندھتا۔ اور تمغات و انعامات کے علاوہ وہ شخص قبائل عرب میں ضرب المثل ہو جاتا۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آیات ذیل کو شعراء عرب کے دکھانے کیلئے خارجہ کی دیوار پر چسپاں کرادیا۔ اِنَّا عَطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَفَصَّلْ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْرَارُ اور کاغذ پر مصرعہ ثانی لکھنے کیلئے جگہ بھی چھوڑ دی۔ شعراء عرب آیت کریمہ کو پڑھ کر دنگ رہ جاتے۔ اور کچھ جواب نہ لکھ سکتے۔ حالانکہ وہ میدان سخن کے بڑے شہسوار تھے آخر کو ایک بڑے شاعر نے جس کی فصاحت و بلاغت کا سکہ عرب میں جا ہوا تھا۔ عربیہ جملہ لکھا۔ ماہذا کلام البشر۔ اور یہ تو اجمالی ثبوت ہے جو عربی دانوں اور غیر عربی دانوں کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔ اور تفصیلی ثبوت کی رسالہ ہذا میں گنجائش نہیں۔ انصر متفقہ امر ہے۔ عرب کی فصاحت اور بلاغت کو قرآن مجید نے شکست فاش دی اور ترافضیلت کسی دیگر کتاب کو حاصل نہیں۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ قوله تعالیٰ۔ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ یعنی وہ کتاب ہے جسکے کلام الہی ہونے میں شک نہیں۔ مگر صد افسوس اگر کسی عزیز کا نامہ آجاوے۔ تو مکرر کہہ کر پڑھ کر بھی تسکین نہ ہو۔ لیکن کتاب اللہ کی طرف بالکل توجہ نہیں۔

علم

ایسی بے بہا دولت عظیم ہے کہ جس کی نسبت ارشاد باری ہے۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ یعنی اسے پیغمبر اپنے رب سے دعا کیا کہ ترقی کر دے علم میں۔ اور مجھ مصداق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْقَةٌ عَلٰی کُلِّ مَسْلَمٍ وَ مَسْلَمَةٍ۔ یعنی طلب کرنا علم کا فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر۔ اور علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی عزت و شرافت علم و ادب سے ہے۔ نہ کہ دولت اور نسب سے۔ اور فرمایا ہے کہ یا اللہ ہم تیری

اس تقسیم پر بہت خوش ہیں۔ کہ تو نے جاہلون کو دولت دی اور ہم کو علم دیا کیونکہ علم وہ
 خزانہ ہے کہ صرف کرنے پر بڑھیکے اور دولت کم ہوگی۔ اور علم تمہاری حفاظت کریگا۔ اور
 دولت کی تم۔ اور علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ اور مال فرعون کی عالم کریم ہوتا ہے۔ اور مال
 بخیل۔ اور علم سے دل منور رہتا ہے اور مال سے سیاہ۔ علم ہمیشہ جوان رہتا ہے
 مقام فور ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس کیا کوئی خزانہ تھا یا سلطنت تھی کہ جس کی
 وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نائب بنایا۔ نہیں نہیں نہ خزانہ تھا نہ سلطنت۔ بلکہ
 یہی علم تھا۔ حضرت شیرازی نے تو یہاں تک کہدیا کہ یہی علم نتوان خدا را شناخت
 چنانچہ کسی بزرگ کو شب بیداری میں ناگہان آواز آئی کہ تم ہمارے مقبول بندوں میں
 سے ہو اس لئے تم پر طاعت معاف۔ مگر چونکہ آپ عالم اور فاضل تھے فوراً سمجھ گئے۔
 کہ یہ شیطانی حرکت ہے۔ اسی وقت لاجول پڑھی۔ اور خیال کیا کہ پیغمبر خدا سے زیادہ
 کون مقبول ہو سکتا ہے۔ آپ کو تو یہ حکم صادر نہ ہوا۔ مجھے کہا جسے معافی کا پیغام آگیا۔
 بلکہ آپ کو تو یہ حکم ہے۔ **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** یعنی اے پیغمبر اپنے رب کی عبادت
 کر یہاں تک کہ تم کو موت آئے۔ بعد ازاں آواز آئی کہ تم کو تمہارے علم نے بچالیا۔ ورنہ
 دیکھو سیکڑوں جاہل صوفی میرے دام میں جکڑے پڑے ہیں۔ دیکھایہ ہے شان
 اہل علم کی۔ اسی لئے مجھ صادق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے عالم مثل انبیاء
 نبی اسرائیل کے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جس نے تعظیم کی عالم کی اس
 نے میری تعظیم کی۔ پس جس نے میری تعظیم کی درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی
 تعظیم کی۔ پس جگہ اس کی جنت ہے۔ الغرض یہ ستمہ امر ہے۔ کہ دین دنیا کی ترقی
 کا انحصار تعلیم پر ہے۔ دنیا میں کوئی قوم بلا تعلیم کامیاب نہیں ہوئی۔ اگر آپ

تایخ عالم کی ورق گردانی کریں گے تو ابتدائے عالم سے آج تک کوئی قوم ایسی نہیں ملیگی۔ جو
 بغیر تعلیم میدان ترقی میں ایک قدم بھی بڑھاسکی ہو۔ ترقی کا راز تعلیم میں مضمر ہے۔ تعلیم
 ہی ایک ایسی شے ہے کہ جو انسان کو خاک سے اٹھا کر عرش اعظم پہنچا دیتی ہے۔
 اور تعلیم کو درجہ تکمیل تک پہنچانیکے لئے لائق علمائے دین کی خدمت صحبت کی سخت ضرورت
 ہے۔ کہ جس سے کمی تعلیم پوری ہو جائے بقول عطار

ہمیشہ جزیرویشاں ممکن - ناتوانی غیبت ایشاں ممکن -
 حب درویشاں کلید حبت است - دشمن ایشاں سزا لعنت است

جہل

جہل سے بدتر نہیں ہے کوئی شے
 جہل کفر و شرک کی بنیاد ہے
 ہے نتیجہ جہل کا کبر و عنبر و ر
 رہتا ہے جاہل سدا رحمت سے دور
 جہل تن میں ایک بلائے جان ہے
 آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
 ہو سکے جتنا تورہ جاہل سے دور
 جاہلوں پر ہے غضب حق کا ضرور
 تیر کے مانند تو جاہل سے بھاگ
 صحبت جہتال کو تو جان آگ
 علم سے ناکام بس ناکام ہے
 ہے اگر زندہ برائے نام ہے
 جب تلک زندہ ہی جاہل خوار ہے
 عاقبت اس کا ٹھکانہ نار ہے

تحقیق

جس زمانہ میں اختر بچہ دہل کلکٹری میونسپلٹی قصبہ کیرانہ مامور تھا۔ مجہد

سے میرے دوست ماسٹر ظریف احمد صاحب کیرانوی نے فرمایا کہ بعد از وفات پیغمبر
 خدا اسلام میں اختلاف عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ بہتر فرقوں پر منقسم ہے۔ پس ایسے
 وقت میں صراطِ مستقیم کا تلاش کرنا ہر شخص کے لئے کچھ آسان کام نہیں۔ اور بلا تحقیق
 کسی مذہب کا قبول کرنا اور آپس پر قائم رہنا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ لہذا
 ضروری ہو کہ انسان حتیٰ الامکان تحقیق سے کام لے۔ اور علاوہ دیگر فرقوں کے اسلام
 میں دو بڑے فرقے جو تمام فرقوں کی بنیاد ہیں۔ سنی اور شیعہ کے نام سے پکارے جاتے
 ہیں۔ اور ان کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور بعد از وفات پیغمبر خدا بلا
 تحقیق کسی شخص کو اپنا ہادی یا امام تسلیم کرنا گویا اپنے آپ کو دانتِ قعر ضلالت میں
 گرانا ہے۔ کیونکہ آیہ وافی ہدایہ۔ یَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ بِاَمِّهِمْ۔ سے صاف ظاہر ہے
 کہ بروز محشر سب لوگ اپنے اپنے اماموں کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ خواہ اچھے ہوں
 یا بُرے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ ہم اپنا ہادی یا امام تلاش کریں۔ کہ جو پیغمبر خدا کا جانشین
 اور وصی منصوص من اللہ و من الرسول قرار پا چکا ہو۔ پس تحقیق کیلئے چند سوالات
 کی تسکین چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے آبائی مذہب سنی کو ترک کر کے محققانہ مذہب
 قبول کیا ہے۔

احمد حسن۔ بھائی صاحب درحقیقت تحقیق حق کا ہی نام مذہب ہے۔ خدا اور
 ہٹ دہرمی کا نام مذہب نہیں۔

ظریف احمد۔ بھائی صاحب مجھے تحقیق حق کی ہی ضرورت ہے۔ خدا اور ہٹ دہرمی
 سے کچھ سروکار نہیں۔

احمد حسن۔ اچھا فرمائے۔

ظریف احمد۔ ان ہر دو مذہب کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

احمد حسن۔ حضرات علمائے اہلسنت اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے مقلد ہیں۔ چنانچہ اسی بنیاد پر سنی مذہب کی عمارت کو یہ حضرات قائم کرتے گئے ہیں۔ اور اس تعمیر میں خاندان پیغمبر کے کسی امام سے کسی قسم کی امداد نہیں لی۔ پس اسی گروہ کا نام بزمانہ حضرت امیر معاویہؓ سنت جماعت ہوا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ مذہب جدید اور مصنوعی ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفا۔

اور مذہب شیعہ تمام تر ائمہ اہل بیت پیغمبر یعنی حضرت علیؓ اور امام حسنؓ۔ امام حسینؓ تا امام مہدیؑ آخر الزماں علیہم السلام کے پیرو ہیں۔ اور یہ مذہب قدیم ہے۔ جس کی نسبت کتاب اللہ میں فرمایا ہے۔ **وَإِنَّ مِنْ شِيعَةِ إِبْرَاهِيمَ** یعنی پاک گروہ ابراہیم کا ہے۔ دیکھو سورہ صافات اور **هَٰذِهِ شِيعَةُ** و **هَٰذَا مِنْ عَدُوِّ**۔ دیکھو سورہ قصص۔

بیضاوی اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔ کہ شیعیان موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل اور عدو سے قطعی مراد ہیں۔ اور بیضاوی لکھتے ہیں۔ کہ یہ اشارہ پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے گروہ کو اللہ تعالیٰ نے شیعہ فرمایا ہے۔ کہ جس کی تائید پیغمبر خدا نے یوں فرمائی ہے۔

حدیث جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ کہ ہم پیغمبر ذوالجلال کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت علیؓ تشریف لائے۔ تو آپؓ نے ارشاد فرمایا۔ کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس کی قبضہ قدرت میں مری جان ہے۔ یہ اور اس کے شیعہ پس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں میں پہنچنے والے ہیں۔ اور اس وقت **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** اُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِّ۔ آیت نازل ہوئی۔ یعنی تحقیق جو لوگ ایمان لائے

ہیں۔ اور نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ دیکھو وفتور
 حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ
 اُولٰٓئِکَ هُمْ خِیْرُ الْبَرِیِّہ۔ یعنی تحقیق جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کام کئے اچھے وہ ہی لوگ
 مخلوق بہتر ہیں۔ پیغمبر خدا نے علی سے ارشاد کیا کہ تو اور تیرے شیعوں پر خوشنود
 کئے گئے۔ دیکھو وفتور

حدیث حضرت علی سے روایت ہے۔ پیغمبر خدا نے مجھ سے ارشاد کیا۔ کہ یا علی تحقیق اللہ
 تعالیٰ نے مجھے اور تیری ذریت کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو
 بخش دیا ہے پس تو خوش ہو کہ تو انزع البطین ہے۔ دیکھو وفتور و اس الاخبار
 غور فرمائے کہ یہ اس مخبر صادق پیغمبر ذوالجلال کا مقدس مقولہ ہے۔ کہ جسکی نسبت
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا یَبْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنَّ هُوَ الْاَوْحٰی یُوحِیْ یعنی ہمارا پیغمبر اپنی
 خواہش نفسانی سے کچھ نہیں کہتا مگر وحی کے مطابق۔ اور جناب امام حسین نے بوقت
 شہادت میدان کر بلا میں یہ چند اشعار بطور رجز کہ جس میں آپ کے شیعوں بھی شامل
 ہیں پڑھے۔ اور یہ اشعار علامہ قطب قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب السیف المسنول
 میں بھی درج فرمائے ہیں۔ اور میں نے مناقبت الفاطمیہ از تصنیف علامہ زمین
 مولوی احمد حسن سنہلی خلیفہ اول مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے نقل
 کیا ہے۔ اور وہ اشعار یہ ہیں۔

کفانی بهذا مفرحین الفخر !	آنا بن علی الخیر من آل ہاشم !
ونحن سراج اللہ فی الارض نرہر	و جدی رسول اللہ اکرم من مشہ
وعلمی یدعی ذوالجناحین جعفر	و فاطمہ امی سلالۃ احمد

و فیما کتاب اللہ انزل صادقاً و فیما الہدی والوصی والخیر یدکر۔

و شیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ و مبغضنا یوم القیمۃ نحر۔

غور فرمائے کہ مذہب شیعہ کی تصدیق آیات اللہ و احادیث نبوی اور مقدس راویوں کی زبانی اور علمائے اہل سنت کی تصنیفات ہے۔ کہ جس کا انکار سوائے منکر اسلام کوئی مسلمان نہیں کر سکتا ورنہ یوں جسکا جی چاہے من گھڑت مذہب گھر کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا رکھے۔ تعجب ہے ایک اسلام اور فرقے تھتر جس سے صاف ظاہر ہے مذہب حق میں تمام مفری اور کاذب ہیں۔

ظریف احمد۔ ہر دو شریقی کے امام کون کون ہیں۔

احمد حسن۔ مذہب اہل سنت کے حضرت ابو بکر ^{رض}۔ عمر ^{رض}۔ عثمان ^{رض}۔ علی ^{رض}۔ معاویہ۔ یزید بن معاویہ۔ عبد الملک بن مروان۔ ولید۔ سلیمان۔ عمر بن عبد العزیز۔ یزید ثانی۔ ہشام۔ سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ رشید۔ مامون۔ مقتض۔ والوق۔ متوکل۔ منتظر۔ معتز۔ مہدی ثانی۔ معتد۔ مکتفی۔ مقتدر۔ قاہر۔ راضی۔ متقی۔ مستکفی۔ مطیع۔ قائم۔ مقتدی۔ مستنظر۔ مسترشدہ ہیں۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔ اور خلع شدہ خلفاء ترک کروں۔ مگر چونکہ مذہب اہل سنت بوجہ باہمی اختلافات چند فرقوں پر منقسم ہو چنانچہ اسی بنا پر بعض خلفاء مذکور بالا میں سے بمطابق حدیث اثناء عشر الائمة من القریش بارہ خلیفہ کی تعداد مقرر کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ ہر ایک مذہب نے اپنے اپنے قیاس کے مطابق جنکو بہتر سمجھا انتخاب کر کے اس تعداد کو پورا کیا ہے۔ مثلاً حنفیوں نے یزید بن معاویہ کو اہل قبلہ سمجھ کر خلیفہ ششم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اس نے بنا پر اسکو برا نہیں سمجھتے۔ اور مالکیوں نے یزید کو فاجر فاسق سمجھ کر ترک کیا ہے اور

خلفاء میں شمار نہیں کرتے۔

اور مذہب شیعہ نے تمام تر جہ کے بعد دیگرے ائمہ اہل بیت پیغمبر حضرت علی کی اولاد میں بارہ خلفایا امام ہیں۔ تسلیم کیا ہے۔ یعنی حضرت علی حسن حسین۔ زین العابدین محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسیٰ کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری مہدی علیہم السلام ہیں۔ دیکھو ارجح المطالب۔

ظریف احمد۔ امام اور خلیفہ میں کیا فرق ہے۔

احمد حسن۔ خلافت امامت سے ہرگز علیحدہ نہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جلیبی علیہ اور شبرہ علیہ فروخت ہوتا ہے۔ بلکہ امام جن شرطوں سے مشروط ہوتا ہے۔ فی الحقیقت وہی خلیفہ رسول ہے۔ اور علماء اہل سنت بھی بقول دیرری خلافت کو امامت سے علیحدہ نہیں کرتے۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غیۃ الطالبین خلفاء اربعہ کو لفظ آئمہ کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔ کہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات علاوہ خلفاء ہونے کے امام کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ اور آئمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد حنبل۔ مجتہد اور امام صلوات ہیں۔ خلیفہ یا امام یعنی امیر المؤمنین نہیں۔ ورنہ یوں ان کے تقلد جو چاہے سمجھیں یا کہیں۔

ظریف احمد امام کی کیا شرط ہے۔

احمد حسن۔ جس طرح ہمارا پیغمبر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔ اسی طرح آپ کا نائب بھی اعلیٰ اور بہتر ہونا چاہئے۔ اور درجہ امامت جملہ خوبیوں سے مثلاً علم۔ حلم۔ شجاعت۔ سخاوت وغیرہ میں ممتاز ہو۔ معصوم اور حسب نسب میں بہتر ہو۔ الغرض جو جو صفات جملہ انبیاء مرسلین میں ہیں۔ وہ سب منجانب اللہ

ہونی چاہئیں۔ اور اس فضیلت کے مستحق بجز انہیٰ اور اوصیا کوئی نہیں ہو سکتا۔
اور جو ان کے سوا مدعی بنے وہ کاذب ہے۔ کیونکہ یہ کونسل کی ممبری نہیں کہ کثرت
رائے سے ممبر بن بیٹھے۔

ظریف احمد۔ خلفاء اربعہ میں کون سید ہے اور کون شیخ۔

احمد حسن۔ حضرات ثلاثہ بالاتفاق شیخ ہیں۔ اور ان کی اولاد بھی عرب کے علاوہ
جو اس وقت ہندوستان میں آباد ہیں۔ مثلاً صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی شیخ کے لقب سے عام
طور پر ملقب ہیں۔ اور گوان کا طرز معاشرت مختلف پیشوں پر ہے۔ مثلاً کوئی امام
صلوٰۃ ہے۔ کوئی وکیل ہے۔ کوئی زمیندار ہے۔ کوئی منیار ہے۔ کوئی غسال ہے۔ کوئی بندہ
یا ریچھہ بچاتا ہے۔ مگر ان کے شیخ ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ اور حضرت علی
بالاتفاق بموجب فرمانِ مودہ نبوی سید ہیں۔ چنانچہ آپ کی اولاد بھی عرب کے علاوہ
ہندوستان میں آباد ہیں۔ مگر آپ کی اولاد میں سے کچھ اپنے آبائی مذہب سے بوجہ لاعلمی
منور ہو کر سنی بھی ہیں۔ گوانھوں نے کوئی ردیل پیشہ بوجہ شرافت نسب اختیار
نہیں کیا۔ مگر ان میں سے بعض بوجہ تعلیم مذہب اہل سنت امام صلوٰۃ تنخواہ پر مقرر
ہیں۔ اور یہ تنخواہ بالاتفاق علماء اہل سنت ناجائز ہے۔ اور جو لوگ اپنے آبائی مذہب
کے پابند ہیں اول تو وہ عام طور پر رؤسا اور زمیندار ہیں۔ اگر کوئی مفلس بھی ہے تو وہ
مسنون طریقہ پر ملازم یا مزدور پیشہ ہیں۔ جیسا کہ اکثر ان کے جد امجد حضرت علی بھی کیا
کرتے تھے۔

حدیث سلمان فارسی سے مروی ہے۔ کہ پیغمبر خدا کے دوش مبارک پر حسین علیہ السلام
بیٹھے تھے۔ آپ انکی آنکھوں کو چوم رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ کہ تو سید ہے اور سید

کا بیٹا ہے امام اور امام کا بیٹا ہے۔ دیکھو اس جہالت کا حال۔

ظریف احمد۔ فضیلت سید کو مہدی یا شیخ کو۔

احمد حسن۔ چونکہ شیخ عرب کے محاورہ کے مطابق ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔ مگر سید کو سر داری کی فضیلت کا شرف جو قدرتی طور پر محمدؐ اور آل محمدؑ کو حاصل ہوا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو ایک شمع بھی حاصل نہیں کہ جب کا مکمل ثبوت حدیث نبویؐ سے بالانفاق ہو چکا ہے۔ اگر آپ یہ سوال کسی جاہل سے جاہل مسلمان سے بھی کریں۔ تو وہ بھی فطری طور پر یہی جواب دیگا۔ کہ بیشک سید اہل دنیا میں سردار ہیں۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ علی دنیا اور آخرت میں سردار ہے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔

حدیث انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم بنی عبدالمطلب جنت کے سردار ہیں یعنی میں اور حمزہ۔ حسن۔ اور حسین تا محمدؐ علیہم السلام دیکھو ابن ماجہ حدیث بالامیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام اہل جنت کہ جن میں تمام انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ سب کے سردار محمدؐ اور آل محمدؑ ہیں۔ اللہ اکبر آل محمدؑ کی فضیلت اہل جنت پر ثابت ہے۔

ظریف احمد۔ اہل بیت پیغمبر کون کون ہیں؟

احمد حسن۔ اہل بیت نبوی کے ثبوت میں اول تو آیہ مباہلہ ہی کافی ہے۔ کہ جس مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ فَقُلْ نَعَاؤُنَا وَابْنَانَا وَابْنَاتُنَا وَالنِّسَاءُ وَالْقِسِمُ ثُمَّ يَنْتَحِلُ فَيَجْعَلُ لَعْنَةُ اللَّهِ

علی الکاربین - یعنی اسے پیغمبر کھدو جھگڑنے والوں سے کہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی نفس اور تمہاری نفس کو پھر دو عا کریں اللہ تعالیٰ سے پس لغت کریں جھوٹوں پر اور پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ اور فاطمہؑ حسنین علیہم السلام کو بلایا - اور فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے گھر والے - دیکھو مناقب الفاطمہ بجاوالمسلم -

دیکھنا یہ خصوصیت ہے اہل بیت کو پیغمبر خدا سے جو کسی دوسرے کو ایک شتمہ بھی حاصل نہیں - غور فرمائیے اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو پیغمبر خدا کا نفس فرمایا ہے - اور اس خصوصیت کو آپؐ نے یوں ظاہر کیا ہے - کہ یا علی تیرا گوشت میرا گوشت ہے - تیرا خون میرا خون ہے - تیری روح میری روح ہے - اور فاطمہؑ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے - اور حسنین مجھ سے ہیں - اور میں حسنین سے - اور آپؐ مباہلہ پر نظر ڈالو اس خصوصیت کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے - قطعہ

محمد گل است علی بوئے گل بود فاطمہ اندر ان برگ گل

چو عطرش برآمد حسین حوسن معطر شدہ در زمین و در من

حدیث حضرت عائشہ سے روایت ہے - کہ حضور سرور عالم صبح کے وقت کبیل اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے - پس اسے امام حسن بن علیؑ اپنے ان کو کبیل میں داخل کیا - پھر امام حسینؑ آئے ان کو بھی امام حسن کے ہمراہ کر لیا - پھر حضرت فاطمہؑ آئیں ان کو بھی کبیل میں داخل فرمایا پھر حضرت علیؑ آئے - ان کو بھی شامل کر لیا - پھر یہ آیہ تطہیر پڑھی

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا ۝ بجاوالمسلم -

حدیث حضرت ام سلمہ سے روایت ہے - کہ حضور سرور عالم نے اپنے دونوں

صاحبزادوں جنہیں کوگو و مبارک میں لے لیا۔ اور حضرت علی کو ایک ہاتھ سے پکڑا۔ اور
دوسرے ہاتھ سے حضرت فاطمہ کو۔ اور اپنے بدن سے چسپاں کر لیا۔ اور کبیل جو آپ
اوپر ہے ہوئے تھے ان سب پر لپیٹا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت ان
پر رحمت فرما۔ اور یہ آیہ تطہیر پڑھی۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَيُّهَا
يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَجْہے بھی اس دعائیں شامل فرمائے۔ سو خدا کی قسم آپ نے نعم یعنی
ہان نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا تم بھلائی پر ہو۔ مگر یہ معاملہ خاص ان ہی حضرات کے ساتھ ہے
بحکم خدا نے عزوجل۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ سیام۔

حدیث انس سے مروی ہے۔ کہ حضور سرور عالم جب فجر کی نماز کو مسجد میں تشریف
لے تے اور حضرت فاطمہ کے گھر پر نہ ماتے۔ اَلصَّلٰوةُ يٰ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ یعنی نماز پڑھو
اہل بیت نبوت پھر آیہ تطہیر پڑھتے۔ اور چہرہ ماہ تک ایسا ہی برتاؤ حضور نے رکھا۔ اور
منجملہ حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت تھی۔ کہ اہل بیت نبوی کی شناخت اور طہارت
خوب لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیگا۔ یعنی پختن پاک محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ اور حسین
علیہم السلام کی طہارت ازلی جو کسی اور کو ایک شمع برابر بھی حاصل نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ
نے روز ازل ہی سے ایسے پاک اور طاہر نور سے پیدا کیا کہ جو ہر قسم کے رجس سے پاک اور
طاہر ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی۔

طریف احمد۔ جبکہ اہل بیت پیغمبر کی فضیلت قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ تو پھر
خطبہ جمعہ و عید میں اہل تسنن بعد الانبیاء بالتحقیق اَفْضَلُ الْبَشَرِ ابوبکر صدیق کیوں
لکھتے ہیں۔

احمد حسن۔ بھائی درحقیقت ان کے لئے علم حجاب ہے۔ یہ حضرات ثلاثہ کی محبت کے

عنوان سے اہل بیت پیغمبر پر زمانہ حضرت امیر معاویہ پر سب سے پہلے اعلان تبرا کہتے ہیں۔
 کہ جس کی تائید بعد الانبیاء بالتحقیق افضل البشر ابو بکر صدیق سے ہوتی ہے۔ دیکھو شرح
 ابن الحدید جلد دوم

طریق احمد۔ یہ تبرا کیونکر ہوا

احمد حسن۔ اہل بیت پیغمبر پر چو ازلی معصوم ہیں حضرت ابو بکر کو جو غیر معصوم ہیں فضیلت
 دینا تبرا نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ علی سب لوگوں سے
 افضل ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔

حدیث بریدہ سلمیٰ سے روایت ہے کہ پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے جس نے علی کی شان گھٹائی
 اس نے میری شان گھٹائی۔ دیکھو ارجح المطالب

چنانچہ حضرت علی کی عصمت ازلی آپؐ ظہیر سے ثابت ہو چکی۔ اور قیس بن ابی حازم نے بزمانہ
 خلافت حضرت ابو بکر کی زبانی تاریخ الخلفاء میں روایت کیا ہے کہ میں معصوم نہیں اور مجھ پر
 شیطان مسلط ہے۔ اور کنز العمال جلد دوم میں مرقوم ہے کہ جب پیغمبر ذوالجلال نے
 شہدائے احد کے حق میں دعائے مغفرت کی تو حضرات شیخین نے عرض کیا یا حضرت ہمارے
 حق میں بھی دعائے مغفرت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں دعائے مغفرت کے
 قابل نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم میرے بعد بدعتوں کو رواج دو گے۔ اور تمہارے دلوں
 شرک پوشیدہ ہے۔ جو چوٹی کی طرح رنگ رہا ہے۔ نیز دیکھو کشف المغطا ترجمہ موطا
 امام مالک۔ اور یہ تو بعد قبول اسلام کی حالت ہے۔ قبل از اسلام اعلانیہ بت پرستی
 اور مخالفت اسلام اظہر من الشمس ہیں۔ بوجہ طوالت اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ظریف احمد - پھر کیا وجہ ہے جو اہل تسنن حضرات ثلاثہ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتے ہیں
 احمد حسن - بھائی وہ کون ایسا شخص ہے جو اپنے پیشوا یا جد و پدر کی عظمت نہیں کرتا
 خواہ وہ مشرک یا کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اپنے بزرگوں کے فعل مذموم کو مستحسن سمجھ کر
 تائید کیا کرتا ہے۔

ظریف احمد - پھر تو اعلانیہ زبردستی ہے۔ اسمیں مذمت کی کیا بات ہے۔
 احمد حسن - اگر زبردستی نہ کریں تو ناخلف ثابت ہوں اپنے محمدؐ یا جد و پدر کی مذمت
 کر کے۔

ظریف احمد - اس میں ناخلف ہونے کی کیا بات ہے۔ بلکہ یہ تو مسلمان کا عین ایمان ہے کہ
 کہ اہل بیت پیغمبر کو پیغمبر خدا کے بعد سب سے افضل سمجھنا۔
 احمد حسن - اگر وہ مسلمان ہی نہ ہوں تو پھر۔
 ظریف احمد - وہ مسلمان کیونکر نہیں۔

احمد حسن - درحقیقت عقیدہ ہی نام مذہب ہے۔ اور ایمان کی تکمیل عمل سے ہوتی
 ہے۔ اگر وہ مسلمان ہوتے تو اہل بیت پیغمبرؐ جیسا ثلاثہ کو فضیلت دیکر اہل بیت پیغمبر کو
 کیوں ناراض کرتے۔

حدیث جابر سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ جس نے میرے اہل بیت کو
 ناراض کیا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے روز یہودیوں میں اٹھائے گا۔ دیکھو ارج المطالب
 حدیث سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ جس نے علیؓ
 کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا
 دی۔ پس حکم اس کی جہنم ہے۔ دیکھو ارج المطالب۔

حدیث زبید بن ارقم سے روایت ہے کہ تحقیق پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے۔ حضرت علیؑ اور
 فاطمہؑ اور امام حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے بارہ میں میری اس شخص سے لڑائی ہے۔ جو
 ان سے لڑے اور اس شخص سے صلح ہے جو اسے صلح رکھے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ جو الہ نوری
 ظریف احمد۔ پھر توشیحوں پر تبرے کا الزام ہی الزام ہے۔
 احمد حسن۔ اور کیا۔

ظریف احمد۔ تبر اکس کو کہتے ہیں۔

احمد حسن۔ تبرے کے لغوی کے معنی پزار می ہے۔ یعنی کسی فریق سے کنارہ کش ہونا۔
 عرف میں تبر اس سبب شتم و لعن کا مترادف ہو گیا ہے۔ حالانکہ تبرے کو ان امور سے کچھ واسطہ
 نہیں۔ چونکہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے عہد گرامی میں جناب علی بن ابی طالبؑ پر
 سب و شتم و لعن کو جرم مذہب قرار دیدیا تھا۔ پس اس کا نام تبر اہو گیا۔ اور عوام
 اہل سنت نے اصحاب ثلاثہ کو گالی گلوچ دینا سمجھ کر کھا ہے۔ یہ ان کی کم فہمی ہے۔
 ظریف احمد۔ اہل سنت نے اہل بیت پیغمبر سے پزار می کیسے کی؟

احمد حسن۔ اول تو حضرت علیؑ پر اصحاب ثلاثہ کو فضیلت دی۔ پھر غور سے کتب اہل سنت
 دیکھئے۔ فیصدی دو چار روایت بھی اہل بیت پیغمبر سے نہ ملینگے۔ گویا نسبت صحابہ ان
 کی روایت قابل اعتبار نہیں سمجھی گئی۔ اس لئے ترک کیا۔ ورنہ تعجب ہے پیغمبر کے گھ
 ولے فرمان پیغمبر سے ناواقف اور شہر والے واقف۔ یہ اہل بیت سے کنارہ کشی
 کا سبب ہے جسکو عرف میں تبر کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خاندان پیغمبر سے کوئی مذہبی
 تعلق نہیں۔ اس لئے حضرات اہل تسنن شاید ہزاروں میں سے ایک ہی دو ایسے آدمی
 نکلیں گے۔ جو خاندان پیغمبر کے ناموں کو ترتیب کے ساتھ زبان پر لا سکتے ہوں۔

اس کے برخلاف فرقہ شیعہ کے چار سال کے بچے بھی مسلسل اسماء مبارک ائمہ اثنا عشر کے
وزو زبان رکھتے ہیں۔ بیشک یہ مذہبی ضرورت کی وجہ سے زبان پر جاری رہتے ہیں۔ اگر کوئی
مذہبی ضرورت حضرات اہل سنت کو خاندان پیغمبر کے اماموں کے ساتھ ہوتی تو یہ حضرات بھی
ان کی طرح اماموں کے ناموں کو ترتیب کے ساتھ یاد رکھتے۔

غور فرمائے وہ تبرک جس کے شیعہ تمام تر قائل اور عامل ہیں مذہبی اصول پر مبنی ہے۔ نہ کہ
مخالفت پر۔ جیسا کہ حضرات اہل سنت پر نبائے حضرت امیر معاویہ خطبہ و جمعہ و عیدین میں ہمہ
منہر علی الاعلان علی پر تبرک کہتے ہیں۔ چونکہ تبرک معقولات اور منقولات یعنی کتب سجادہی اور
احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ اسی لئے واجبات سے ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اسلام کا سب
سے پہلا سبق ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین نے اپنی اپنی امتوں کو جبہ احکام
الہی سے پہلے یہی تعلیم دی ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی معبود حقیقی مگر اللہ
جائے غور ہے کہ کلمہ توحید میں مصنوعی اور باطل خداؤں کی نفی پہلے کی گئی ہے۔ یعنی جب
تک اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر خدا جو مشرکوں اور کافروں نے بنا رکھے ہیں۔ ان سے بیزار
ہو کر صدق دل سے ان کو برا سمجھو گے گویا اس وقت تک کلمہ توحید کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔
ورنہ یوں تو کلمہ توحید غیر اسلامی آدمی بھی پڑھ لیتا ہے۔ یہاں تو مصنوعی خدا کا بطلان
شرط ہے۔ گویا بغیر شروع تبرک کے صادق مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور جنہوں نے کلمہ
توحید پڑھ کر باطل خدا کی عظمت دل میں رکھی۔ درحقیقت ایسے لوگوں کو اسلام نے
منافق کھا ہے۔ اور جو ان کی پرستش کرے مشرک یا کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن
مجید میں فرمایا ہے۔ بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ دیکھو
مسورہ برات یعنی یہ بیزار سی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عہد شکن اور

مشرک لوگوں نے پس اللہ اور رسول کے مخالف سے بیزار ہونا ہی کمال ایمان ہے۔ نیز تلاوت و تران مجید پر شیطان برہم سے تبرالازم ہے۔ اعود پڑھ کے بسم اللہ کو پڑھتے ہیں۔ قرآن میں۔ غرض یہ ہے تو لائبے تبراب ہو نہیں سکتا۔ مگر جنتلاف اسکے اہل بیت بنوی سے بیزار ہونیوالا دائرہ اسلام سے خارج ہوایا کیا! نیز حافظ شیرازی کا کیا نایاب مقولہ ہے۔ سہ بدشمنان منشیں حافظا تو لاکن۔ نجات خویش طلب کن بجان بھشت و چہا اب برے کو برا کہنا کیا اسلام کے منافی ہو سکتا ہے۔

نظر علیٰ احمد۔ امامت اور خلافت منجانب اللہ ہے یا اجماعی۔

احمد حسن۔ منجانب اللہ جس کا شاہد تران مجید ہے۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا مَا ظَلَمْتُ لِمَنْ دُرِّیْ قَالَ لَا نِیَالَ عَهْدِیْ النَّظَامِیْنَ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ابراہیم تو نے ہمارے احکام امر و نواہی کی پوری متابعت کی اس لئے میں نے تجھے لوگوں پر امام بنایا۔ پھر حضرت ابراہیم نے دو عاکی کہ یا اللہ میرے بیٹے اور پوتوں میں بھی امام پیدا کر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تیری ذریت میں نیک ہوں گے۔ ان کو رسالت اور امامت سے مشرف کیا جائیگا۔ مگر ظالم اور کافروں کو نہیں اور یہی وعدہ وفا کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے پیغمبر خدا سے فرمایا ہے۔ اَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا۔ اور امت مرحومہ کو بھی حکم کیا۔ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا۔ دیکھو تفسیر قادری سورہ بقرہ۔ اور امام مبین سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جس بشارت سے آل محمد کی امامت مراد ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کی ذریت میں محمد اور آل محمد بالاتفاق داخل ہیں۔ اور اہل بیت پیغمبر کی امامت کا ثبوت احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

حدیث حضرت فاطمہ بنت پیغمبر سے مروی ہے۔ کہ فرمایا ہے میرے والد بزرگوار نے جسکا میں
ولی ہوں۔ اس کا علی ولی ہے۔ اور جس کا میں امام ہوں اس کا علی امام ہے۔ دیکھو ارجح المطالب
حدیث جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھکو
وحی بھیجی علی کی نسبت کہ وہ کل متقیوں کا امام ہے۔ دیکھو ارجح المطالب
حدیث عبد اللہ بن زرارہ سے روایت ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ معراج کی شب
اللہ تعالیٰ نے مجھے علی کے ۳ القاب فرمائے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور
متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ منہ والوں کا سردار ہے۔ دیکھو مفردوس الاخبار
ظریف احمد۔ جب آئمہ اہل بیت پیغمبر کی امامت قرآن و احادیث سے ثابت ہے تو دیگر
امام کیوں کھلائے۔

احمد حسن۔ اول تو تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی اس کا سب سے بڑا سبب ہے رہا
پھر یہ درجہ امامت کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ کونسل وغیرہ کی ممبری سمجھتے ہیں۔
جو کثرت رائے سے ممبر بن بیٹھے۔ حتیٰ کہ اسی بنا پر عظمت امامت کو ایسی خراب کی کہ خدا
کی پناہ۔ جس قدر دیگر مصنوعی امام ہیں۔ بوجہ باہمی اختلاف ایک دوسرے کو کافر
اور جہنمی کہتے ہیں۔ اور خدا میں نے خانہ کعبہ میں ایک ابراہیمی مصلے کے چار مصلے قائم کئے
اور چونکہ خانہ کعبہ کی چار سمت ہیں اسلئے چار ہی مصلے قائم کئے۔ بوجہ قلت جگہ مجبور
ہیں ورنہ معلوم کس قدر مصلے قائم ہوتے۔ اور اب یہ حال ہے کہ دراز ریش کبر کے گھڑوں
سے نیچا کرتا پھنسا اور مدعی امامت بنے۔ اور ایک دعویٰ امامت کا کیا۔ وہ کیا ہے
جو نہیں کیا۔ غرض کہ مولوی بنے صوفی کہلائے واعظ مشہور ہوئے۔ لیکچرری کی
نعت خوانی میں لسانی دکھائی۔ سیاحی کی دعویٰ نبوت کیا۔ صرف دعویٰ خدائی

سے مجبور ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو خدائی کا دعویٰ بھی ان سے دور نہیں۔ اور
منصور شاہ صفوی مشرب بالحق کے نعرے مارتے ہوئے نظر آئینگے۔ ورنہ سب کچھ کیا
غرض جس کڑوٹ پڑے چیت کیا۔ اگر کچھ چیلہ سازی نہ بن آئی مینار مسجد ہی گر کر چند اشروع
کر دیا۔ اور کچھ نہ ہوا خلافت کا بہانہ ہی کھڑا کر کے مخلوق کو دھوکہ میں ڈالا۔ دوستی کے پردہ
میں دشمنی کی۔ شہد میں زہر ملا کر دیا۔ مذہب کی آڑ میں مرغن لقمے حاصل کرنے کے لئے جائے
پر خار کو گلستان بنا کر مخلوق کے سامنے پیش کیا۔ اور لطف یہ کہ مخلوق میں مقلد ابنکر کھیر
کھانڈ بنائی۔ اور انہیں کو جاہل بنا کر کفر کے فتوے جرے۔ مگر ان کو جب بھی ہوش
نہ آئی۔ دین حق چھوڑ کر ان کے مقلد بنکر مذہبین ذالک ہی رہے۔ دنیا کے نہ دین کے۔
خسر الدین والآخرہ بنے۔ احسن کاراقتدار نبوت اور امامت کو نابود کرنے کیلئے نفس
خودی کے تاجداروں نے تسلیم اسلام پر خوب حملہ کئے۔ سادات کشیاں خوب
کشادہ پیشانی سے کیں۔ کہ جس کی شہادت واقعہ کر بلا دے رہا ہے کہ جس دھبہ
سے دامن امت صاف ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اگر کوئی اس روشن اور آزاد زمانہ میں اپنی تطبیق سے آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین
کے مطابق متمسک کتاب اللہ و عزت پیغمبر ہو جائے۔ تو واجب القتل ہے۔ ورنہ بائیکاٹ
تو ضروری ہے۔ پھر یہ وعظ کا جزو اعظم و تراسر دے رکھا ہے۔ کہ شیعان علی کے پاس
امت بیٹھو۔ ان کی کتابیں مت دیکھو۔ کیونکہ وہ صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ کھانے میں لعاب
دھن ملا کر دیتے ہیں۔ اگر شیعوں کی ضیافت کریں تو آپ ہرگز نہ چھوڑیں۔ اور عوام
میں یہی وعظ ہے کبھی کہتے ہیں یہ سید ہی نہیں۔ بلکہ افضی ہیں۔ یہ کہہ کر عوام کو دین حق
سے روکا جاتا ہے۔ الغرض اولاد پیغمبر سے ہر طرح نفرت دلا کر بے ادب بنادی۔

مگر وہ اسے مذہب حقہ کہ جس کی رکاوٹ اور بھی اسکے چاروں طرف پھوٹ کر بھنیک کا سبب
ہوتی ہے۔ محقق سنی شیعہ ہوتے جاتے ہیں۔ مگر شیعہ محقق سنی نہیں ہو سکتا۔ تجربہ
شاہد ہے۔ کاش اگر دین حق کی اس قدر سعی کرتے تو دو عالم میں سرخرو ہو کر رضائے الہی
کا شرف حاصل کرتے۔ مگر نہ معلوم نیرید پلید کی تقلید میں کیا حلاوت ہے۔ جس کی خاطر
دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی۔ بہشت بھی دوزخ حشریدا۔

حدیث عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ مودۃ نازل ہوئی۔ قُلْ اَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهَا جَرًّا اِلَّا الْمُودَةَ فِي الْقُرْبٰی۔ دیکھو سورہ حم۔

یعنی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اے پیغمبر کھدے ان لوگوں سے کہ میں تم سے احکام الہی پہنچانے
کی اجرت کا طالب نہیں۔ مگر محبت اہل و تراست کی چاہتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ وہ آپ کے قرابتدار کون سے ہیں۔ جنکی دوستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے
ہمیں حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور ان دونوں کے دونوں
بیٹے حسنین علیہم السلام ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ طبرانی

حدیث جابر سے مروی ہے۔ کہ تحقیق فرمایا حضور سرور عالم نے اے لوگوں میں تم میں
وہ چیز چھوڑنا ہوں۔ اگر تم ان کو پکڑ لو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ میرے بعد اور وہ اللہ
کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی بسند حسن نوٹ
آیہ مودۃ اور حدیث بالا میں تدبیر شرط ہے۔ لفظ قل امر کا صیغہ ہے۔ اور امر اللہ کا انحصار
شریعت محمدی پر ہے۔ اور شریعت محمدی کی اطاعت اسلام بغاوت کہنہ ہے
بقول شیرازی علیہ الرحمۃ۔ خلافت پیغمبر کے وہ گزیر۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

مگر افسوس حضرات اہل سنت آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے خلاف دیگر مہینوئی آئمہ

کی محبت کے عنوان سے ایسے ایسے یہود و عتقاد باطلہ اور خصائل رذیلیہ میں مبتلا ہیں کہ جس سے صرف دین حق کی خوبیوں سے محروم ہی نہیں بلکہ اکثر قوال اور افعال کفر تک سرزد ہو رہے ہیں۔ چنانچہ رسالہ فیض الکیم اور فوائد السالکین میں مرقوم ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص شیخ یوسف چشتی سے مرید ہونے کے لئے آیا۔ اور خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا کہ میں بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اگر لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کہے تو مرید بناتا ہوں۔ چونکہ وہ صادق الاعتقاد تھا۔ اس نے ایسا ہی کہا۔ پس اسکو خواجہ صاحب نے مرید بنالیا۔ لاحقول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسے کفرنا صدق پر۔

نیز اس سلسلہ میں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے۔ مرید کو لازم ہے کہ شیخ کے چہرہ کو قبلہ اور اس کے گھر کو کعبہ سمجھے۔ اور شیخ کے ہاتھ میں ایسا رہے جیسے مردہ غم سال کے ہاتھ میں۔ اور شیخ کو شریعت حقہ پر جانے۔ اگرچہ بظاہر امور مذموم دیکھے۔ اُس پر اصرار نہ کرے غرض پیر کی پیری سے کام لے کے فعلوں سے کام نہ لے کے وغیرہ خرافات مجلس سماع کو دیکھو تو نیارنگ ہے۔ عرسوان کے موقعوں پر رنڈیاں بھانڈ قوالوں کا مزامیر متبرک ڈھولک مقدس ستار رحمت پروردگار مانا جاتا ہے۔ اگر شروع طریقوں پر مجلس امام کی جاتی ہے۔ تو کیا قابل اعتراض ہے۔ کہ ہمیں منبر رسول پر علمائے متقیین متہان و احادیث کے مقدس مضامین سے سامعین ایمان کو نرو تازہ کرتے ہیں۔ اور بحکاب حمد و ثناء خدا و رسول مآثر اہل بیت پیغمبر سامعین سبحان اللہ۔ اور درود شریف کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ غور و تامل کے کہ مجلس سماع میں جو پہلی صدا سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے۔ وہ طبلہ اور سرنگی وغیرہ اور گانے کی ہوتی ہے۔ جو خلاف ادب ہے۔ اور مجلس امام میں جو

پہلی صد اسمعین نے سننی وہ آیہ قرآن اور حدیث نبوی کی ہوتی ہے۔ یہ ہے موازنہ
حق اور باطل کا۔ ورنہ یوں جو جس کا جی چاہے کرے یا کہے۔ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا
ہے۔ مجھے ان باجون کے معدوم کرنیکا حکم ہے۔ غور فرمائے جس کے معدوم
کرنیکو پیغمبر خدا تشریف لائے ہوں۔ اس کے رونق دینے والیکے گناہ کا کیا انتہا
ظریف احمد۔ جب آئمہ اہل بیت نبوی کی امامت و شران و احادیث سے
ثابت ہے۔ تو پھر وہ دیگر مصنوعی آئمہ کے کیوں قائل ہیں۔

احمد حسن۔ اگر وہ شران و احادیث جانیں تو آئمہ اہلبیت نبوی کی امامت
کا اقرار اور دیگر مصنوعی آئمہ کا انکار کریں۔

ظریف احمد۔ امام یابی معصوم ہوتا ہے یا غیر معصوم۔

احمد حسن۔ شران و احادیث ان کو معصوم کہتے ہیں۔ مگر حضرات اہل تسنن
ان کی عصمت کے قائل نہیں۔ اگر قائل ہوتے تو عوام الناس کو امام نہ بناتے۔ چنانچہ
قیس بن ابی حازم سے روایت ہے۔ کہ میں ایک روز پیغمبر خدا کی وفات کے ایک ماہ بعد
حضرت ابو بکر کے پاس گیا۔ آپ نے بیعت کا تمام قصہ بیان کیا۔ اتنے میں جمعہ کی
اذان ہو گئی۔ آپ منبر پر تشریف لیگے۔ اور حاضرین سے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو کسی
دوسرے شخص کو خلیفہ بنا سکتے ہو۔ مجھے بخوشی منظور ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں
اٹھایا جاتا۔ کیونکہ مجھ پر شیطان مسلط ہے۔ اور میں معصوم نہیں ہوں۔

دیکھو تاریخ الخلفاء۔

اور آئمہ اہل بیت نبوی کی عصمت پر آیہ تطہیر شاہد ہے۔ جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے
نیز ابن عباس سے مروی ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میں اور علی اور

حسین اور اولاد حسین علیہم السلام سب معصوم ہیں۔ دیکھو طبرانی۔
 ظریف احمد پھر تعجب ہے حضرت ابراہیم کو کاذب لکھتے ہیں۔ دیکھو آثار مشر۔
 علامات قیامت۔ اور اسیران بدر۔ بمشورہ حضرت ابو بکر پیغمبر خدا نے جزیہ لیکر
 چھوڑ دئے۔ تو آپ پر عتاب الہی نازل ہوا جس کو آپ کی خطا فی الاجتہاد لکھتے
 ہیں۔ دیکھو الاسلام جلد دوم۔ مصنف مولوی عاشق الہی۔ نیز تفسیر قادری سورہ
 انفال صفحہ ۳۷ پر آیہ عتاب پیغمبر دیکھو۔

احمد حسن۔ تعجب تو یہی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام پر خطا کو جائز کیا ہے۔ چہ جائیکہ
 امام کو معصوم کہیں۔ استغفر اللہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اجتہاد کا گمان
 کرنا تو کفر ہے۔ کتاب اللہ نے تو انبیاء علیہم السلام کو صدیقاً نبیاً منبرمایا ہے۔
 فی الحقیقت یہ مستر ان کی ضد ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو کاذب اور خاطی بتلایا۔
 مگر تفسیر نہ کہا۔ اور چونکہ مذہب اہل سنت بوجہ باہمی اختلافات چند فرقوں پر منقسم ہے۔
 چنانچہ اسی بنا پر ایک دوسرے کو برا کہنے کے عادی ہیں۔ پس اسی معمول کے مطابق
 حق کو ناحق سمجھ کر شیعان اہل بیت نبوی پر بھی مغرض ہیں۔ کہ وہ صحابہ کو برا کہتے ہیں۔
 غور فرمائے یہ ہیں وہ اصحاب پیغمبر کہ جن سے ایک ادنیٰ مشورے پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے
 محبوب پر عتاب کیا۔ پس ایسے اصحاب کو کہ جن سے پیغمبر کو تبرے کی تعلیم دی جا رہی ہے
 برا کہنے والے تو کافر اور جہنمی۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو کاذب اور خاطی کہنے والے
 کیا ہوئے۔ افسوس انہی اصحاب کی محبت کے عنوان سے یہ حدیث وضع کر کے پیغمبر
 خدا پر افترا کیا گیا ہے۔ کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جسکی افندہ کرو گے
 بدایت پاؤ گے۔ اگر آیہ مودہ اور حدیث ثقلین کے تحت میں اہل بیت نبوی کی اقتدا

سے نفرت تھی۔ پس اصحاب پیغمبر تو بہت تھے۔ اصحاب انار و اصحاب الجنبہ کا اختیار کر کے
 اقتدار کرتے۔ بھلا کون سلیم المزاج شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ کو اکب خمس کی اقتدا بہت
 کا سبب ہو سکتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ داماد پیغمبر سے کسی کو کیا نسبت۔
 کیا خوب تھا جو امام حسین کی اقتدا کرتے۔ اور چونکہ تبلیغ رسالت میں مشورہ حرام
 تھا۔ حضور سرور عالم کو خود حضرت ابوبکر نے مشورہ دیا۔ جو آپ پر عتاب کیا گیا۔
 چنانچہ مل و نخل میں مسطور ہے۔ کہ اکثر اصحاب پیغمبر کا ایمان ظاہری تھا۔ اور دراصل
 وہ منافق تھے۔ اور احکام شریعت پر مجبور اچلتے تھے۔ پیغمبر خدا کی موت کے منتظر
 تھے۔ آخر کار پیغمبر خدا کی مرض الموت کی وقت ان کا اتفاق ملا نہ ظاہر ہو گیا۔ اور آپ
 کی وفات کے بعد انہوں نے احکام شریعت کو یہاں تک بھلایا کہ نئے نئے
 شرعوں کی بنیاد پڑ گئی۔

یزید بن مالک سے روایت ہے۔ کہ عہد پیغمبر کا کوئی حکم مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ اور
 زہری کہتے ہیں کہ داخل ہوا میں انس بن مالک کے پاس و مشق میں تو وہ رو رہے تھے
 میں نے ان سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ کہ جو احکام شریعت
 محمدی میں نے عہد پیغمبر خدا میں پائے تھے۔ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ سوائے
 نماز کے اور نماز بھی ضائع کر دی۔ دیکھو بخاری جلد اول مطبوعہ مصر
 غور فرمائیے ہر سلیم المزاج واقعہ مذکور بالا میں بغیر تدبیر و فکر اس نتیجے پر پہنچ سکتے
 ہیں۔ کہ پیغمبر خدا کی وفات کے بعد خلفائے احکام شرعیہ کلیتہً تبدیل کر کے اپنا سکہ
 جمایا۔ چنانچہ یہی اختلاف فریقین شاہد ہے۔ کہ اسلام پیغمبر کو سوائے اولاد پیغمبر
 امت نے ترک کر کے اپنا اسلام علیحدہ قائم کر لیا۔

ظریف احمد۔ جبکہ قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کو صدیق کہتا ہے۔ تو یہ کاذب کیون کہتے ہیں۔

احمد حسن۔ اگر یہ قرآن مجید جانیں اور مانیں تو انبیاء علیہم السلام کو صادق کہیں۔
ظریف احمد۔ جب وہ امام اور انبیاء علیہم السلام کو غیر معصوم کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی نسبت ان کا کیا عقیدہ ہے۔

احمد حسن۔ خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں۔ دیکھو رسالہ نماز
ظریف احمد۔ جب وہ فعل خیر و شر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تو پھر خدا اور
سزا کیسی۔ تو یہ تو یہ ایسا خدا تو غیر عادل ٹھہرا۔

احمد حسن۔ وہ خدا ایسا ہی ہوگا۔ جسکو فاعل خیر و شر کہتے ہیں۔

ظریف احمد۔ کیا واقعی خیر و شر منجانب اللہ ہے۔

احمد حسن۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ خیر منجانب اللہ اور شر منجانب نفس ہے۔ اور
یہی وجہ ہے کہ انسان غلبہ خواہش نفسانی کے سبب فعل بشر کا مرتکب ہوتا ہے
نہ کہ حکم الہی سے اور گو علم الہی میں سب کچھ ہے۔ مگر جائے ادب یہی ہے۔ خلل
خدائی میں پڑنا جو دو خدا ہوتے ہزار سجدے کروبت خدا نہیں ہوتے۔ پیر علم
الہی بندہ کو کسی فعل کے کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ علم الہی کا مطلب یہ ہے۔ کہ
بندہ جو فعل اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے۔ اس کا علم خداوند تعالیٰ کو پہلے
سے ہوتا ہے۔

ظریف احمد۔ تقیہ کا کیا ثبوت ہے۔

احمد حسن۔ تقیہ اسلام نے دالحرب میں جائز کیا ہے۔ إِلَّا أَنْ تَقُومُوا مِنْهُمْ تَقِيَّةً ۝

دیکھو سورہ عمران - یعنی استحقاق دین کی وجہ سے کافروں سے تقیہ کا حکم ہے۔ تقیہ
 کے لغوی معنی اپنے کو کسی خطرہ سے بچانا۔ اور اصطلاحی معنی وہ فعل کہ جسکو امامیہ اپنی
 حفاظت جانی و مالی وغیرہ کی بنا پر جائز جانتے ہیں۔ اور تقیہ ہر ایک انسان مسلم غیر مسلم
 کا فطری امر ہے۔ جسکو ان کے روزانہ معاملات ثابت کرتے ہیں۔ اکثر اوقات بعض
 مشورے بیگانوں پر تو کیا خاص یگانوں پر بھی ظاہر نہیں کئے جاتے۔ چنانچہ اسی
 بنا پر انسان اکثر مخدوش موقعوں پر اپنے فعل کے ارتکاب سے یقیناً انکار کر دیتا ہے
 اور اس انکار سے اپنی حفاظت مقصود ہے۔ نہ کہ کذب۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام
 کی نسبت گمان کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کا بت شکنی سے انکار کرنا۔ بغرض
 تحفظ اسلام جان و آبرو تھا۔ اگر ایسے موقع پر تقیہ نہ کیا جاوے تو ہلاکت کی نوبت
 پیش آجاتی ہے۔ ۵

بشر را ز دلی کہ سکر ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ نکلی جاتی ہے جبے خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے
 الغرض خود اللہ تعالیٰ کا مقدس مقولہ۔ لَا تَلْقُوا يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِلَى التَّحْلِيَةِ تَقِيَّةً كَاهِدِي ہے
 چنانچہ حضور سرور عالم کا مکہ سے ہجرت کر کے غار میں چھپنا۔ اور قبل ترک وطن
 کرنے کے علی کو وصیت کر کے اپنے بستر پر خطر پر سو جائیگی ہدایت کرنا۔ اور علی
 سے کفار نے دریافت کیا کہ تمہارا دوست محمد صلعم کہاں ہے۔ تو آپ نے لا علمی
 ظاہر کی۔ اگر یہ امور تقیہ نہیں تو کیا ہے۔ پھر آپ کے مقدس صحابی عمار بن ابی اسیر نے کفار
 کے مصائب پر تقیہ کر کے ظاہر اسلام کا انکار کیا۔ اور کفار سے نجات پا کر حضور
 سرور عالم کچھ مدت میں حاضر ہو کر زرارہ زرارہ لگے۔ تو آپ نے تسلی دے کر
 فرمایا۔ کیا ہوا ایسے موقع پر تقیہ جائز ہے۔ اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے۔

إِلَّا مِنْ إِرَّةٍ وَقَلْبٍ مُطْمَئِنٍّ بِالْإِيْمَانِ آيہ نازل فرما کر اطمینان دلا دیا۔ کہ جو شخص بغرض تحفظ اسلام جان و آبرو بظاہر کلمہ کفر رکھ دے اور قلب اس کا ایمان سے مطمئن رہے تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ دیکھو الاسلام
 ظریف احمد۔ اگر بموجب عبارت ملل و نخل حضرات ثلاثہ منافع تھے۔ حالانکہ یہ پیغمبر خدا کے حضور میں تاحیات حاضر رہے۔ تو آپ نے ان کو نہ نکالا۔ نہ قتل کیا۔ اس قدر آتش ہوتے ہوئے ان کے برخلاف کبشبہ ناراضگی پیغمبر خدا کا یا ان کے نفاق کا باقی رہ سکتا ہے۔

احمد حسن پیغمبر خدا کو علم نبوت سے معلوم تھا کہ ان کے صلب سے بیشمار مومن پیدا ہونگے۔ چنانچہ مشاہدہ شرط ہے۔ کہ اس وقت دنیا میں ان کی اولاد صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی بشیعان۔ اہل بیت نبوی موجود ہیں۔ اس لئے ان کو نہ نکالا۔ نہ قتل کیا۔

یزید جابد الکفار و المنافقین کی تفسیر میں علمائے فریقین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے۔ دیکھو بخاری جلد سویم۔
 ظریف احمد۔ آئمہ اہل بیت نبوی کی امامت کا ثبوت تو کافی ہو گیا کہ جس میں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ اب خلافت کا ثبوت دیجئے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کر کے ملائکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
 قَالَ رَبِّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ۔ دیکھو سورہ بقرہ
 یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہ بے شک مطلق زمین پر میں آدم کو خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ ملائکہ نے استحقاق خلافت ظاہر کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ دیکھو تفسیر قادری

خورشید رائے کہ معصوم مخلوق یعنی ملائکہ کا اجماع استحقاق خلافت پر غلط ثابت ہوا۔
 الغرض حضرت آدم کی خلافت منصوص من اللہ تو یہ ہے اور حضرت آدم نے اسی سنت اللہ
 کے مطابق اپنے بیٹے شیث کو خود اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت شیث نے اپنے بیٹے
 انوش کو اپنا ولیعہد خود مقرر کیا۔ پھر حضرت انوش نے سنت سلف کے مطابق اپنے
 بیٹے قینان کو خود ہی اپنا جانشین بنایا۔ پھر حضرت قینان نے بھی اپنے بیٹے مھلائل کو
 خود ہی اپنا وصی بنایا۔ پھر حضرت مھلائل نے اپنے بیٹے یرد کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ پھر
 حضرت یرد نے ادریس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ پھر حضرت ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ
 کو خود ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو خود ہی اپنا خلیفہ مقرر
 کیا۔

اور حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسحاق کو دیار شام میں اور اسمعیل کو عرب میں اپنا خلیفہ
 خود مقرر کیا۔ اور حضرت اسمعیل نے اپنے بیٹے قیدار کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور حضرت
 اسحاق نے یعقوب کو اپنا وصی بنایا۔ پھر حضرت یعقوب نے یوسف کو اپنا جانشین
 بنایا۔ اور حضرت ایوب نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی بنایا۔ اور حضرت موسیٰ نے
 اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت کالب نے اپنے بیٹے ساموئیل کو اپنا
 وزیر بنایا۔ اور حضرت الیاس نے الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت الیسع نے ذوالکفل
 کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت داؤد نے سلیمان کو اپنا ولیعہد بنایا۔ اور حضرت عیسیٰ
 نے شمعون اپنا وصی بنایا۔ دیکھو روضۃ الصفا جلد اول مطبوعہ لکھنؤ۔
 نیز تاریخ کامل جلد اول مطبوعہ مصر۔

اور اسی سنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور خلیفہ حضرت علی بن ابی طالب آپ کے چچا زاد بھائی کو بنایا۔ اور یہی سلسلہ منتقل ہوتا ہوا اہل بیت نبوی پر ختم ہوا جس کا ثبوت کتاب اللہ اور پیغمبر خدا کے مقدس مقولہ شاہد ہیں۔ اور حضرت علی کی شان میں قرآن مجید کی آیتیں النَّصُّ الْاَجَلِیِّ مِمَّا نَزَلَ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ فِیْ عَلِیٍّ مِیْنْ کَثْرَتِ سَعْدِہِیْنَ سے وارد ہیں۔ جس سے حضرت علی کی خلافت بلا فصل پایہ تحقیق کو پہنچتی ہے۔ مگر رسالہ ہذا میں بوجہ طولت اعادہ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے چند آیہ قرآنی اور احادیث نبوی اطمینان کے لئے ذکر کرتا ہوں۔ جسکو زیادہ شوق ہو ارجح المطالب مصنف مولوی سہیل امرتسری دیکھے۔

ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے۔ علی اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے اصحاب پر بعض مقام پر عتاب کیا ہے۔ مگر علی کا ذکر خیر سے کیا ہے۔ دیکھو بیان الامرا ترجمہ تاریخ الخلفاء ارجح المطالب صواعق محرقہ۔ اور نیز ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ کتاب اللہ میں جس قدر آیتیں علی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئی۔ دیکھو بیان الامرا۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء۔ ارجح المطالب

اور خلیفہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نازل نہیں ہوا مگر علی اس کے لب لباب تھے۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی کی شان میں تین سو آیتیں نازل

ہوئی ہیں۔ دیکھو ارج المطالب

نیز حضرت علی سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ پس اسکا ایک ربع ہماری شان میں اور ایک ربع ہمارے دشمنوں کے حق میں اور ایک ربع قصص اور امثال میں اور ایک ربع فرض اور احکام میں اور ہماری شان میں۔

قرآن شریف کی بزرگ آیتیں ہیں۔ دیکھو صواعق مرقہ علامہ ابن حجر عسقلانی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ**

دیکھو سورہ مائدہ۔ یعنی اے پیغمبر پہنچا دے وہ حکم جو نازل کیا ہے تیری طرف تیرے رب نے۔ اگر تو نے نہ پہنچایا یہ حکم تو گویا تو نے فرض رسالت ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچا رکھینگا۔ دیکھو کفایت الطالب۔ تفسیر کبیر۔

حدیث ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت یا ایہا الرسول بلِّغْ بروز خیم غدیر نازل ہوئی۔ دیکھو ارج المطالب

حدیث برابر ابن عازب سے یا ایہا الرسول بلِّغْ آیت کے متعلق روایت ہے کہ جب غدیر خیم نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ جسکا میں مولیٰ ہوں پس اس کا علیؑ مولیٰ ہے اور برابر ابن عازب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ مبارک ہو تم کو یا علیؑ کہ تم ہر ایک مومن اور مومنہ کے مولیٰ بنے۔ چنانچہ بمطابق آیہ کریمہ بالاجسوقت آپ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** دیکھو سورہ مائدہ۔ یعنی آج میں نے کامل کیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کی تم پر اپنی نعمت۔ دیکھو درفتشور جلد دوم مطبوعہ مصر۔

حدیث ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہ تحقیق خم غدیرہ فی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ پیغمبر خدا نے لوگوں کو بلا کر درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم کیا۔ پھر آپ نے علی کو بلا کر انکا ہاتھ پکڑ کر بلنہ کیا یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولی ہوں اس کا علی مولی ہے۔ پھر ابھی تک لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَیْسَ پیغمبر خدا نے فرمایا اللہ اکبر۔ دین کے کامل ہونے اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت علی کی ولایت پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے پر دیکھو درغشور۔

حدیث زید بن ارقم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا حجۃ الوداع سے بقصد مدینہ واپس ہوئے۔ اور اس روز ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ تھی۔ غدیر خم پر آپ نے قیام فرمایا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پیغمبر خدا نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا اے لوگوں مجھ سے پوچھا جائیگا اور تم سے بھی پوچھا جائیگا کہ میں نے تم کو خدا کا پیغام پونچا دیا تمام لوگوں نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں آپ نے خدا کا حکم پونچا دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو کیا تم گواہی نہیں دیتے ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود بحق نہیں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ تمام حاضرین نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں۔ بیشک سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں بھی تمہاری گواہی پر گواہی دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اے لوگو میں اپنے پیچھے تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت ہیں۔ اور خبر دی ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے کہ جب تک یہ دونوں حوض کوثر پر پیرے پاس جمع نہ ہوں گے۔ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ گیا کہ تم نے میرے بعد اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ اور ارشاد فرمایا اے میرے پروردگار جس کام میں مولیٰ ہوں پس اس کا علی مولیٰ ہے۔ اے میرے پروردگار دوست رکھئے اُسے جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھئے اُسے جو علی کو دشمن رکھے۔ تین مرتبہ فرما کر ارشاد کیا۔ تمام حاضرین کو چاہئے کہ غالبین تک اس خبر کو پہنچا دیں۔ دیکھو صواعق محرقة علامہ ابن حجر عسقلانی۔

اس حدیث غدیر کو ترمذی اور نسائی نے صحیح اور حسن مانا ہے۔ اور ملا قاری مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ بلکہ اصول کے مطابق مانا ہے۔ اور عبد الرحمن شیرازی نیشاپوری اربعین میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غدیر پیغمبر خدا سے منواتر روایت ہوئی ہے۔ اور ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد حنبلہ وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور حافظ محمود بن محمد بن علی۔ مدنی صراط السوی میں لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس پر جمہور اہل سنت جماعت کا اتفاق ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں۔ اور جب یام خلافت میں حضرت علی نے تنازعہ کیا تو ان لوگوں نے اس حدیث کی نسبت گواہی دی اور اس کو خطیب نے افراد میں روایت کیا ہے۔ اور کرامات صحابہ میں علامہ زامن

مولوی احمد حسن سنہیلی جو شروع کردہ بود مولانا اشرف علی تھانوی ہے۔ بروایت
 عبدالرحمن لکھا ہے۔ اور کنز العمال جلد ششم صفحہ ۳۹۷ کا حوالہ دیا ہے۔ اور بوقت خلافت
 تثنایع کیا۔ حضرت علی نے اس حدیث غدیر کو مکرر فرما کر شہادت لی ہے۔ اور وہ
 حدیث یہ ہے۔ قاضی عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت ہے۔ کہ خطبہ پڑھا حضرت علی
 نے۔ پس فرمایا حضرت علی نے میں قسم دلانا ہوں اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص کو کہ جس
 نے پیغمبر خدا سے سنا ہے۔ غدیر خم کے دن پیغمبر خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا۔ کیا میں
 تمہارے ساتھ بہ نسبت تمہاری جانوں کے قریب نہیں ہوں۔ اے گروہ مسلمانوں
 کے۔ سب نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ پھر فرمایا جس کا میں محبوب
 ہوں پس اس کا علی بھی محبوب ہے۔ اے اللہ محبوب کرے اس کو جو محبت کرے
 علی سے۔ اور دشمن رکھے اس کو جو عداوت کرے علی سے۔ اور مدد کر اس کی جو مدد کرے
 علی کی۔ اور نہ مدد کر اس کی جو نہ مدد کرے علی کی۔ مگر یہ بات ہے کہ کھڑا ہو جاوے
 وہ شخص۔ پس کھڑے ہوئے دس آدمی سے زائد سو گواہی دی انھوں نے اور
 چھپایا ایک قوم نے۔ پس فنا ہوئے وہ دنیا سے اس حال میں کہ اندھے اور مرضی برص
 میں مبتلا ہو گئے۔ اس کو خطیب نے افراد میں بھی روایت کیا ہے۔ اور عربی عبارت
 حدیث غدیر کی یہ ہے۔ من کنت مولاً فعلی مولاً۔ اور علامہ زمر نے مولیٰ
 بمعنی ولی کے بجائے محاورے کے تحت میں ترجمہ محبوب کیا ہے۔ کہ جس سے ولایت
 حضرت علی ہی مقصود ہے۔

حدیث انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے مجھ کو تمام انبیاء سے برگزیدہ کیا ہے۔ اور مجھ کو اپنا وصی بنانے کا اختیار دیا ہے

پس میں نے اپنے ابن عم کو انتخاب کیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے میرے بازو کو قوی کیا ہے جس طرح موسیٰ کے بازو کو اُن کے بھائی ہارون سے قوی کیا تھا۔ پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو وہ نبی ہوتا۔ دیکھو ارج المطالب

حدیث ابن معاذی شافعی نے اپنی کتاب مناقب میں بروایت ابن عباس کہا ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا نے لوگوں کے ہجوم میں فرمایا۔ عنقریب ایک ستارہ آسمان سے جدا ہو کر زمین پر اترے گا۔ اور جس گھر میں وہ ستارہ اترے گا اس گھر کا مالک بے پروا و صبی ہوگا چنانچہ وہ ستارہ علی کے گھر اترتا۔ دیکھو ارج المطالب

حدیث عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جبریل جنت سے ذوالفقار لیکر پیغمبر خدا کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے کہ میں بنی آدم سے اس تلوار کا پکڑنے والا کسی کو نہیں پاتا۔ مگر وہ شخص جو تیرا ولی ہو۔ اور یہ تلوار تیرے حکم میں رہے گی۔ پس مسکون حرب میں پوری مہارت حاصل ہو اور تیرے دشمن کا سر کاٹ سکے۔ اس کو دیدے۔ حضور سرور عالم نے فرمایا۔ اے جبریل وہ کون ہے جبریل نے کہا وہ علی ہے۔ پس حضور نے ذوالفقار علی کو دیدی۔ دیکھو ارج المطالب حدیث ابو ہریرہ سے روایت ہے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میں اور علی چار ہزار برس آدم سے پہلے ایک نور تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو اس نور کو آدم کی پشت میں داخل کیا۔ اور وہ نور ہمیشہ پاک صلیبوں میں منتقل رہا۔ یہاں تک کہ عبد المطلب کے صلیب میں جدا ہو گیا۔ پس مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت ہے۔ دیکھو ارج المطالب

حدیث حضرت علی سے روایت ہے کہ جب غزوہ تبوک میں حضور مجھے اپنے پیچھے

چھو کر تشریف لیجانے لگے تو فرمایا۔ ہم تجھے اسے علی اس لئے پیچھے چھوڑتے
ہیں۔ تاکہ تو ہمارا خلیفہ بنے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے پیچھے کیسے رہ
سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں۔ اس بات پر کہ تو میرا خلیفہ بمنزلہ ہارون
کے موسیٰ سے بنے۔ دیکھو تاریخ الاسلام

حدیث جابر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا پیغمبر خدا نے اے لوگو میں چھوڑتا ہوں تم
میں وہ چیز اگر تم اس کو پکڑ لو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ اللہ کی
کتاب اور میری اہل بیت ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی بسند حسن وایت
کیا ہے۔

حدیث ام سلمہ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر ذوالجلال نے مرض الموت میں فرمایا ہے
اور صحابہ کرام سے حجرہ بھرا ہوا تھا۔ اے لوگو میں عنقریب ایسے دار فانی سے رحلت
کر جائیو والا ہوں۔ اور پہلے بھی تم سے کہ چکا ہوں۔ کہ دو چیزیں اپنے پیچھے چھوڑتا
ہوں تم میں۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر
فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن اس کے ساتھ۔ جب تک میرے پاس یہ
حوض کوثر پر وارد نہ ہونگے ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور میں ان
دونوں سے پوچھوں لگا کہ تم لوگوں میں میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دیکھو
طبرانی۔

جب سورہ برات نازل ہوئی پیغمبر خدا نے سورہ کے اوّل کی تیس یا چالیس آیتیں
حضرت ابو بکر کو دیکر حاجیوں کا امیر کیا۔ اور فرمایا کہ اہل موسم پر پڑھو اور حضرت ابو بکر
کے جانے سے چند روز بعد حضرت علی کو آپ نے ناقہ غصبا پر سوار کر کے حضرت

ابوبکر کے پیچھے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اُن سے آئیں لیکر تم خود پڑھنا۔ اور لوگوں نے جب یہ حال حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا۔ کہ پیغام نہ پہنچائے کوئی مگر آپ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ پھر حضرت علی حضرت ابوبکر سے جا ملے۔ اور نزویہ کے روز حضرت ابوبکر نے خطبہ پڑھا۔ اور قرآن مجید کے روز حضرت علی نے حمیرہ عقبہ کے قریب اہل موسم پر یہ آئیں پڑھیں۔ دیکھو تفسیر قادری جلد اول شان نزول سورہ برات اور اہل سنت میں صوفیائے عظام کا فرقہ حضرت علی کو خلیفہ اول اور بعد الانبیاء ابوالبشر سمجھتے ہیں۔ دیکھو حقیقت گلزار صابری۔ یعنی حضرت شیخ علاؤ الدین صابر کلیری کی سوانح عمری۔

غور فرمائے حضرت ابوبکر جبکہ پیغمبر خدا کے اہل سے نہیں تھے۔ کاش وہ بھیجے ہی نہ جاتے۔ تاکہ ان کو نہ امت معزول نہ ہوتی۔ اور خلافت پیغمبر کے لئے ان کے نااہل ہونے پر قیامت تک آئندہ نسلوں کے لئے یہ واقعہ محبت قرار نہ پاتا حضور کی دعوت نیابت پر حضرت ابوبکر کیسے خوشی سے تشریف لگے ہوں گے۔ مگر جب اپنی معزولی کا حکم سنکر حضرت علی کا تقرر مشاہدہ کیا ہوگا۔ جو اس وقت اس بزرگ پر گزری ہوگی انہی کا دل جانتا ہوگا۔ مگر کیا کیا جائے۔ یہ خدائی معاملہ تھا۔ دم مارنے کی جگہ نہیں۔ مشیت الہی میں رشتہ داری کچھ کام نہیں آسکتی۔ یہ ہیں واقعات محققہ۔ ان سے چشم پوشی کر کے جو جس کے دل میں آئے سو کہے۔ ورنہ واقعات مذکورہ پر ہر محقق غیر متعصب سب سے نظر ڈال کر بھی اپنی رائے قائم کر سکتا ہے۔ کیونکہ محقق فریقین میں تیسرا مثل حکم ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر فریقین میں نہ ہمیں کسی کی رعایت منظور ہے اور نہ کسی کی مخالفت مقصود ہے۔ کیونکہ ہمیں

کیا ضرورت ہے۔ کسی کی حق تلفی کر کے اپنی گورانگاریوں سے بھرنے میں ہمارے دونوں
 کا ادب ملحوظ تھا۔ کیونکہ وہ اہل بیت پیغمبر اور یہ اصحاب پیغمبر۔ ہمارے نزدیک
 دونوں بزرگ تھے۔ مگر کیا کریں واقعات مجبور کرتے ہیں۔ کہ جن سے ادنیٰ مشورہ
 پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر غنا ب کیا تو پھر ایسے نا اہل شخص کی عارضی نیابت
 بھی اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر کے لئے کیوں پسند ہوتی ہے۔ تو خلفا کی اقتدار پر چشم
 منظر تھی۔ مگر امر اللہ کے تحت میں علی سے تولد اور خلفا سے تبرک کرنے پر مجبور ہیں
 بھلا کون منصف مزاج شخص ہے کہ جو ولایت علی سے چشم پوشی کر کے بروایت
 قاضی عبدالرحمن مثل ان لوگوں کے مورد عذاب الہی بنے۔ کہ جنہوں نے ولایت
 علی سے جو روضہ روشن کی طرح ظاہر تھی چشم پوشی کر کے اندھے اور مبہروص
 بنے۔ اگر ان کی لاعلمی کا عذر ہے تو کیونکر فاعل کو فعل کے بلا ارتکاب سزا کی
 وہاں تو سزا میں ماند ہے اور مبہروص بھی ہو چکے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ
 انہوں نے ولایت علی سے چشم پوشی کر کے سکوت کیا۔ کیونکہ پیغمبر خدا
 نے ولایت علی کو یہ تعمیل و حی خم غدیر پر ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب میں اعلان
 کر کے ارشاد فرمادیا تھا۔ کہ تم حاضرین کو چاہیے غائبین تک اس خبر کو پہنچا دو
 چنانچہ اس وقت تمام عرب و عجم میں گھر گھر ولایت علی شہرت ہو چکی تھی۔ اس میں
 کچھ شک نہیں۔ ان کی چشم پوشی کی کوئی خاص وجہ تھی۔ ظاہراً تو ایسا ہی معاملہ
 ہوتا ہے۔ حقیقت حال کچھ بھی ہو۔ شاید عطیات خلفا سے محروم ہو جانے
 کا اندیشہ ہو۔ اگر انہوں نے عطیات کی امید و اتق پر حق گوئی سے انحراف
 کر کے مفضوب الہی بنے۔ تو اس روشن اور آزاد زمانہ میں کیوں واقعات

محققہ سے منحرف ہیں۔ انہیں کس کے عمل کی امید ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ حضرات خلفاء
موجود ہیں اور نہ مال غنیمت کے خزانہ۔ اگر ان کے حق و ناحق کا یہی امتیاز ہے تو اللہ
تعالیٰ رحم کرے ایسے اسلام ناکفر پر۔ ورنہ یوں تو تمام مذہب۔ کل ضرب بآلہم فرعون
کے مصداق ہیں۔ یعنی ہر ایک گروہ اپنے اپنے خیال میں فلاح عاقبت کی امید لگائے
بیٹھا ہے۔ مگر فلاح عاقبت۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا سَلَامٌ پر منحصر ہے۔
یعنی دین اللہ کی طرف سے تو اسلام ہی ہے۔ اور دین اسلام کی اطاعت۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی اتباع کا نام ہے۔ یعنی اطاعت
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور صاحب امر یعنی آل محمد کی گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت
محمد اور آل محمد میں خلیفہ اسلام علی کی اطاعت عین توحید الہیہ ہوئی۔ اور خلیفہ حق
پیغمبر خدا کا قائم مقام ہوا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ فَلَا رِبَّکَ لَا یَوْمُنَّوْنَ حَتّٰی
یَحْمَدُوْکَ فِیْ مَا سَجَدُوْا لِیَہِمْ ثُمَّ لَا یُحَدِّثُوْنَ فِیْ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضٰیْتَ
وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ۔ یعنی اسے پیغمبر نہ رہے پروردگار کی قسم یہ مدعیان ایمان کبھی
مومن نہیں ہو سکتے کہ جب تک اپنے ہر ایک باہمی معاملہ میں آپ کو حکم نہ مانیں
پھر جو آپ فیصلہ کریں اس سے ذرا بھی تنگ دل نہ ہوں۔ اور بخوشی تمام اس کو
قبول کریں۔ اور مشکوٰۃ کی حدیث کتاب الامارت فصل اول کی پہلی حدیث کا
حاصل یہ ہے کہ خلیفہ اسلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور اس
کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اور عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے۔
کہ تحقیق پیغمبر ذوالجلال نے منہمایا ہے۔ تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک
تمہاری خواہش میری لالی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔ الغرض

بالاتفاق شریعت محمدی کی بغاوت کفر اور اطاعت اسلام ہے۔

ظریف احمد۔ معیار امامت و خلافت کیا ہے۔

احمد حسن۔ علم

ظریف احمد۔ وہ کیونکر

احمد حسن۔ وعلّم آدمَ الإسمَاءَ وَكَلَّمَهَا ثُمَّ عَزَّصَهُمْ عَلَى الْمَلَأِ ثَلَاثَةً۔ یعنی

سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم کو کل نام پھر پیش کیا ملائکہ پر جنہوں نے اعتراض کیا تھا

استحقاق خلافت آدم پر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو علم چاہئے اور تمکو نہیں

دیکھو سورہ بقرہ تفسیر قادری اور وہ نام جو آدم کو بوقت نوبت تعلیم لئے گئے۔ وہ اسماء

پنجتن یعنی محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین علیہم السلام تھے۔

اور جس طرح پیغمبر و الجلال پر علم و فضل میں بمثال تھے۔ اسی طرح آپ کا نائب ہر

علم و کمال میں بنیظیر تھے۔ چنانچہ بڑا، نے جابر بن عبد اللہ سے عقیلی اور ابن عدی

نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے روایت کیا ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا

ہے۔ میں علم کا شہر ہوں۔ علی اس کا دروازہ ہے۔

حدیث حضرت علی سے مروی ہے کہ مجھے پیغمبر خدا نے علم کے ہزار باب تعلیم

کئے ہیں۔ پس ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لئے کھل گئے۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر و الجلال نے فرمایا ہے۔ اگر

کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور فہم میں مجہکوا اور علم میں حضرت ابراہیم کو۔

اور زہد میں حضرت یحییٰ کو اور حملہ میں حضرت موسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ علی بن

ابی طالب کو دیکھ لے۔

حدیث ام سلمہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔
قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک
دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جب تک حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہوں
دیکھو ارجح المطالب طبرانی

حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ ایک شب حضرت علی با، بسم اللہ الرحمن الرحیم
کے نقطے کی شرح فرمانے لگے۔ تو صبح ہو گئی مگر تفسیر پوری نہ ہوئی۔ اور اکثر
حضرت علی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھ سے پوچھو جو کچھ کسی کو پوچھنا ہو تاکہ میں تم کو
خبر دوں۔ قسم اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت ایسی نہیں جسکو میں نہ جانتا
ہوں۔ کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں یا زمین پر یا پہاڑ پر۔ الغرض علم لدنی جو
پیغمبری علم ہے پیغمبر ذوالجلال سے حضرت علی نے حاصل کیا ہے۔ جب حضرت علی
خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد جناب ابوطالب نے آپ کی والدہ ماجدہ
فاطمہ بن اسد سے فرمایا کہ اس کو منت کھولنا پیغمبر خدا اپنی امانت خود اگر لے لینگے۔
چنانچہ حضور شریف لائے اور آپ کو کھول کر اپنے دست مبارک سے غسل دیا
اور آپ کا نام علی رکھا۔ پس وایہ بلالی گئی۔ مگر کسی وایہ کے پستان کو آپ نے
مونہ میں نہیں لیا۔ اس وقت حضور نے اپنی زبان مبارک چوسائی۔ اور ایک مدت
چوستے رہے۔ اور تا وفات جناب پیغمبر خدا کی خدا کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت
حاصل کرتے رہے۔ اور حضور سرور عالم کی وفات پر بوقت تجہیز و تکفین آپ کی
چشم مبارک میں جو پانی جمع تھا۔ بمطابق وصیت حضرت علی نے خود چوسا جس
کی وجہ سے تمام علوم کا انکشاف آپ پر ہو گیا۔ چنانچہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں

کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس یہ سجدہ معاملات آجاتے تھے۔ اور حضرت علیؓ اس وقت اتفاق سے شریف فرماہوتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں مسئلہ غلط نہ ہو جائے۔ اور سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں سوائے حضرت علیؓ کے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔

اور ابو عبیدہؓ نے ابراہیم بنی سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ سے کلام کے معنی دریافت کئے گئے۔ تو آپؓ نے کہا مجھے کونسی زمین اپنے میں رہنے دیگی۔ اور گونسا آسمان اپنے نیچے بسنے دیگا۔ اگر میں قرآن شریف کے وہ معنی بیان کروں جو میں نہیں جانتا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔

نیرتزدی اور ابن ماجہ و تاریخ الخلفاء میں مسطور ہے۔ کہ ایک شخص مر گیا۔ اس کی دادی نے حضرت ابو بکرؓ سے تقسیم میراث کا مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس بوڑھی سے کہا۔ کہ تیرا حق نہ قرآن مجید سے اور نہ سنت رسولؐ سے نکلتا ہے اب تو چلی جا پھر کسی وقت آنا تاکہ میں کسی عالم سے یہ مسئلہ دریافت کر لوں۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔

اور خلافت ثانی میں ایک عورت جس کا شوہر کچھ عرصہ سے جنگ میں گیا تھا۔ اپنے شوہر کے اشتیاق میں کچھ اشعار پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے سن کر کہا جہکدو کیا ہوا۔ عورت نے سن کر کہا میرا شوہر جنگ میں گیا ہوا ہے۔ اس لئے اپنی خواہش نفسانی پر مجبور ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیرے شوہر کو صبح کو بلا دینگے۔ اور حضرت حفصہؓ اپنی دختر سے دریافت کیا۔ مجھے ایک مشکل آپڑی ہے۔ اوسے

تم حل کر دو۔ اور وہ یہ ہے کہ عورت کو مرد کی خواہش کتنے عرصہ میں ہوتی ہے۔ حضرت غصہ
نے شرم سے سر نیچا کر لیا۔ اور غاموش ہو گئی۔ مگر والد کے اصرار پر انگلیوں کے اشارے
سے جواب دیا۔ کہ ۳ یا ۴ ماہ کے بعد دیکھو تاریخ الخلفاء

ایک روز حضرت عمر نے فرمایا کہ میں محمد کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی
تعریف کیا کرتا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے سوائے واحد خدا کے
بتوں کی پرستش بھی کی ہے۔ اور اللہ اکبر کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تکبیر کہتا ہوں۔ مگر
سبحان اللہ کو نہیں جانتا۔ چنانچہ حضرت علی نے انکو بتلایا۔ دیکھو ازالۃ الخفاء جلد دوم۔
سعد بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے۔ اس خدا
کا شکر ہے۔ کہ جس نے ہمارے دشمنوں کو ہم سے مسئلہ دریافت کرنے کی توفیق بخشی۔

معاویہ نے ہم سے دریافت کر کے بھیجا ہے کہ ختنی کے میراث میں کیا حکم ہے۔ میں نے
لکھ بھیجا ہے کہ اسکی پشیاب گاہ کی صورت پر میراث کا حکم جاری ہوگا۔ یعنی اگر پشیاب گاہ
مردوں کے مشابہ ہے تو اس کا حکم مردوں جیسا ہے۔ ورنہ عورت جیسا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء
اور زرین حبش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ

اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں تیسرا آدمی آگیا۔ ان دونوں نے اسے
شرکت طعام کیلئے کہا۔ وہ بھی ان کے ساتھ شریک طعام ہو گیا۔ جب وہ تینوں
آدمی آٹھوں روٹیاں کھا چکے۔ تو وہ تیسرا آدمی آٹھ درہم دیکر کہنے لگا۔ یہ عوض ہے
اس کھانے کا جو میں نے تمہارا کھایا ہے۔ پس وہ دونوں باہم جھگڑنے لگے۔

پانچ روٹیوں والے نے کہا۔ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں۔ اور تینے تین روٹیوں
والے نے کہا۔ کہ تمام درہم نصف نصف ہونے چاہئیں۔ پس تصفیہ کیلئے یہ دونوں

حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ اور تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے تین روٹیوں والیسے کہا نیز
دوست ہو کر دیتا ہے لے۔ باہمی صلح بہتر ہے۔ وہ کہنے لگایا امیر المومنین انصاف
چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا حق انصافاً تو ایک درہم ہے۔ اور باقی درہم تیرے دوست
کے۔ وہ کہنے لگایا امیر المومنین یہ کیونکر۔ فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں
ہوتی ہیں۔ اور کم و بیش تینوں نے برابر کھایا۔ اور تینوں نے آٹھ آٹھ تہائیاں۔
کھائی۔ اور تیری تین روٹیوں کی نو تہائیاں تھیں۔ اور اسکی پانچ روٹیوں کی پندرہ
تہائیاں تھیں۔ پس درہم والے نے تیری نو تہائیوں میں ایک کہانی۔ اور تیرے
دوست کی سات تہائیاں کھائی۔ اس لئے تیرے ایک ٹکڑے کی حیوض ایک درہم
اور اس کے سات ٹکڑوں کے حیوض سات درہم ہوئے۔ دیکھو ارجح المطلب۔
اور نفرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کی دو منگوحہ عورتیں تھیں۔ اور
ان کا شوہر سفر میں گیا ہوا تھا۔ کہ جب کو ایک رات میں ایک سے لڑکا اور دوسری
سے لڑکی پیدا ہوئی۔ پس انہیں جہگڑا ہوا۔ ہر ایک اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتی
تھی۔ حضرت عمرؓ کو ان کے فیصلہ میں دشواری پیش آئی۔ حضرت علیؑ سے فرمایش
کی گئی۔ حضرت علیؑ نے دو وزن کوزہ دونوں عورتوں کے دودھ سے بھرا کر
وزن کیا۔ پس جس عورت کے دودھ وزن ہوا اسکو آپ نے لڑکا دلا دیا۔ اور جسکا
دودھ ہلکا ہوا اس کو لڑکی دلائی گئی۔ طاعن نے عرض کیا یا امیر المومنین یہ کیونکر
اس عورت کا لڑکا ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کتاب اللہ کا فیصلہ ہے۔ یعنی
﴿وَكَمْ أَتَى الْكُفْرَ مَثَلُ الْآتِينَ﴾۔ دیکھو سورہ نساء۔
ترجمہ اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے۔ تمہاری اولاد کے تقسیم میراث حقوق پر کہ

کو دو لڑکیوں کے برابر حقدو۔ چونکہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر میراث پڑی میں حق ہے اور والدہ کا دودھ بھی میراث میں داخل ہے۔ اس لئے لڑکے والی عورت کا لڑکی والی سے دودھ دینی ہوتا ہے۔ اس لئے سکالہ کا ہوا۔ حضرت عمر کہنے لگے۔ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی رسوائی ہوتی۔ دیکھو مناقب اہل اصحاب

حضرت علی کے فضائل علی کا بوجہ طوالت رسالہ ہذا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ صرف چند معمولی فیصلے بغرض امتیاز حق و باطل ہدیہ ناظرین ہیں کہ جنکے فیصلہ کرنے پر حضرات شیعین عاجز تھے۔ درحقیقت حق بھی یہی ہے کہ جسے حکمران قرآن مجید نازل ہوا ہے انہی کو اس پر پورا عجبو بھی حاصل ہے۔ دوسرے بھارت کیا جانیں۔ کیونکہ قرآن صامت بغیر قرآن ناطق کے سمجھائے ہو گز کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اور پیغمبر خدا نے اپنے بعد قرآن ناطق اپنی اہل بیت کو چھوڑا ہے۔ کہ جس پر آپ کا یہ مقدس مقور شاہد ہے۔ کہ قرآن علی کیساتھ ہے۔ اور علی قرآن کیساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے جن تک حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیہ مودۃ اور حدیث ثعلبیین کے مطابق قرآن اور اہل بیت پیغمبر کی اقتدا ایک سلام کے تہتر فرقوں میں کون قرآن لے رہا ہے کہ جس سے اسکو ناجی ہونے کا خیر حاصل ہو۔ خوب یہ ایک مذهب کو دیکھا بھا۔ مگر مؤثر شدہ اثنا عشری اہل بیت پیغمبر کو اپنا امام مانتے۔ اور ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ اگر اہل سنت انکی اقتدا کر کے سعی نہیں تو ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ یہ آیہ نظم ہیر سے مطابق انکی عہدہ قائم ہے۔ اور یہ یوم نکاح و کل انامیں بامامہم کے تحت ہیں انکو اپنا امام پیغمبر مانتے ہیں۔ بلکہ یہ وہ ان اہل بیت پیغمبر کے خلاف ہو کر حرم

رتے ہیں۔ اور یہ مخالفت ان کے دلوں میں قدیم ہے۔ جدید نہیں۔
 کیونکہ بنی ہاشم سے بنی امیہ کی مخالفت مشہور بات ہے۔ اول تو پیغمبر خدا سے حضرت ابو
 سفیان نے پھر حضرت علی سے حضرات شیخین نے اور خصوصاً حضرت ابوبکر کی دختر
 نکاح حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں اور حضرت عمر کے گورنر حضرت امیر معاویہ بن
 ابوسفیان نے خوب جنگ کئے۔ اور شہید کرایا۔ اسی طرح امام حسن کو پھر حضرت یزید
 بن معاویہ نے کربلا میں جنگ کیا اور شہید کرایا۔ الغرض تمام ائمہ اہل بیت پیغمبر کو یکے بعد
 دیگرے ان کے حقوق نظر انداز کر کے حضرات ائمہ اہل سنت نے شہید کرایا۔ جس کی شاہد
 کتب تاریخ ہیں۔ اور یہ جنگ فریقین پر مذہبی پہنچائی کی مجبوری سے عاید ہوا۔ کیونکہ
 اگر امام حسین کے مذہب میں حضرت یزید جیسے فاجر و فاسق یا منافق کی اقتدا جائز
 ہوتی۔ تو کیوں جنگ پر مجبور ہو کر معاہدہ انصار کے اپنی جان گنوائتے۔ اور اگر حضرت
 یزید اپنے مذہب میں امام حسین جیسے خدا پرست کی اقتدا جائز سمجھتے تو کیوں امام حسین
 سے جنگ کر کے خون ناحق اپنی گردن پر لیتے۔ اور اسی مذہبی مجبوری کی وجہ سے حضرات
 اہل سنت نے حضرت علی خلیفہ برحق کو چھوڑ کر حضرات شیخین کی اقتدا کی غور فرمائے اگر مذہب
 شیعہ میں فاجر و فاسق یا منافق کی اقتدا جائز ہوتی تو محمد بن ابوبکر وغیرہ جیسے شیعہ کیوں
 اپنے والد کی اقتدا سے منحرف ہو کر حضرت علی کی اقتدا کرتے۔ اور اسی مخالفت کی بنا پر
 حضرت عثمان نے محمد بن ابوبکر کے قتل کا خفیہ حکم اپنے مصری گورنر کے نام جاری کیا تھا۔
 جس کی وجہ سے حضرت عثمان کی دباڑی کو محمد بن ابی بکر نے پکڑ کر ہلا دی۔ اللہ تعالیٰ رحم
 کرے حضرات اہل سنت کی ایسی سمجھ پر کہ حق کو ناحق سمجھ کر بد گمان خدا کے قتل کو روا
 رکھتے ہیں۔ میں بھی اس اسلام ناکفر کی تاریخوں میں محصور تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے

کرم عظیم سے مجھے حق و باطل کے امتیاز کی توفیق عطا فرمائی اور باطل تقلید سے نجات دی۔ درحقیقت مودۃ الہی بنیت پیغمبر جس کو واقعہ میں مودۃ الہی کہنا چاہئے۔ مومنین کے سلیم اور پاک قلبوں میں اللہ و رسول کی امانت ہے۔ اور اس امانت کے غاصب اس مخدوش زمانہ میں کثرت سے موجود ہیں۔ اسبے بچنا چاہئے۔ اور اس امانت میں خیانت کر نیوالے کی جو مرست بروز محشر اجلاس الہی میں ہوگی وہ کون نہیں جانتا۔ اللہ و بس باقی ہوں۔

ظریف احمد۔ کیا حضرت علی خان کعبہ میں پیدا ہوئے۔

احمد حسن۔ جی ہاں محمد بن طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کا تولد انوار کی شرب کو ۲۳ رجب بروایت ۱۳ رجب ۱۹۲۰ سکندری کو عین خانہ کعبہ میں ہوا۔ اور آپ کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے۔ کسے را میسر نشد اس سعادت۔ بکعبہ ولایت مسجد شہادت۔ غور فرمائے اس شاعر نے علی کو کعبہ میں تولد ہونے کے سبب سعید کہا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں یہ سعادت شرف بھی ایسا لا جواب ہے کہ جو دنیا میں عام مسلمان تو کیا انبیاء علیہم السلام میں سے بھی کسی کو حاصل نہیں۔ سبحان اللہ علی وہ در ہے کہ جسکا صدقہ خانہ کعبہ ہے۔ اگر یہ علی کے درجہ امامت سے واقف ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کہتا۔ جیسا کہ پارہ ثانی کی آیت اول سے ظاہر ہے۔ کہ کعبہ کو تولد علی کے سبب ہجرت کے دوسرے سال قبل اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ورنہ قبلہ سابق بیت المقدس تھا۔ کعبہ نہیں تھا۔ یعنی پیغمبر خدا کا نور جسمیں علی بھی شامل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے صلب آدم میں منتقل فرمایا۔ تمام ارواح کو حکم دیا۔ کہ آدم کی طرف بغرض چہت سجدہ کرو۔ یہ شرف آدم کے لئے کیا کچھ کم ہے۔ پھر وہی کعبہ علی کی تولد گاہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے

تعمیر کرایا جس کے صدیق آپ کو خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ اور خلافت وہ درجہ ہے
 کہ جس کی آرزو میں معصوم مخلوق ملائکہ مقربین کھن افسوس ہی سہی رہے۔
 پھر طوفان فوج کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وہی علی کی تولد کا ۵۰۰ بجو کعبہ
 مکر تعمیر کرایا جس کے صلہ میں آپ کو امامت عطا ہوئی۔ اور مرتبہ امامت وہ درجہ
 ہے کہ جسکی ہوس میں اہل سقیفہ نے امر اللہ سے انحراف کی ذلت گوارا کی۔ کیونکہ
 ہوا امامت رسالت کی قائم مقام ہے۔ مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از تولد امام
 محمد صلعم کی رسالت کو بغرض شہادت ثانی امام ملتوی فرمایا۔ جبکہ آپ کو عرصہ
 دراز تک انتظار کرنا پڑا۔ پس ظاہر ہے آپ اپنی عمر کے چالیسویں سال رسالت پر مبعوث
 ہوئے۔ اہل بیت کے امام اول کی تو فضیلت کسی کی کیا مجال ہے کہ شہدائے
 ذات بابرکات کی کر سکے جس کی ثنا کا قرآن شاہد ہے۔ آپ کی شان میں مائے مہین
 آیا ہے۔ اور اہل بیت کے آخری امام مہدی علیہ السلام کی نمازیں اقتدا اتفاق و یقین
 حضرت عیسیٰ جیسے الواعزم پیغمبر کریم کے۔ اگر اسی علی کے محبوب کو خلق رافضی کہتے ہیں
 تو مبارک ہو مجاہد علی کو یہ رفض پر ہے۔ ”سن علی را دوستدارم خلق او بد رافضی“
 پس خدا و احمد و جبریل با شہر رافضی۔ نیز اللہ تعالیٰ کے خانہ زاد اطر کے کا عقد پیغمبر کے گھر
 کی اٹر کی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغام دیکر آسمان پر خود کیا۔ اور اس تقریب میں
 امت محمدیہ اہل بیت نبوی کو جہنم سے نجات اور جنت کی خوشخبری کا ٹکٹ عطا کیا۔
 حدیث جب اللہ تعالیٰ نے قصد فرمایا نکاح کریمہ حضرت علی کا حضرت فاطمہ
 تو حکم فرمایا ایک فرشتہ کو کہ طوبیٰ کو جو جنت میں ایک درخت ہے ہدا دے۔ پس
 حرکت دی اس فرشتہ نے اس درخت کو۔ سو گری اس درخت سے چکین یعنی نامے

اور سب سے بڑی۔ اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو۔ انھوں نے ان چکوں کو چن لیا۔ اور اٹھایا۔ پس جب قیامت کا دن ہو گا وہ فرشتہ اہل محشر میں تلاش کریں گے اہل بیت نبوی کے دو ستار خالص کو۔ اسکو ایک سجدہ دیرینگے۔ جو جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگا اس کو خطیب نے روایت کیا ہے۔ اور میں نے مناقب لفظ طیبہ صفحہ ۶۲ سے نقل کیا ہے طریف احمد۔ جب ائمہ اہل بیت نبوی کی امامت اور خلافت قرآن و احادیث سے ثابت ہے تو پھر غرات ثلاثہ کی خلافت کس بنا پر واقع ہوئی۔ اجماعی یا نیابتاً۔

احمد حسن۔ نہ اجماعی اور نہ نیابتاً۔ بلکہ اچانک ہو گئی۔ اول تو یہ لوگ خلافت کی منتظر پہلے ہی سے تھے۔ مگر اس وقت اور بھی موقع مل گیا۔ چنانچہ بخاری شریف باب العلم اور مشکوٰۃ باب الکرامات میں منقول ہے۔ کہ پیغمبر ذوالجلال کو ابتدائے مرض الموت میں شدت سے بخار ہو گیا۔ اور جمہورات کے۔ و ز آپ کی علالت کسی قدر کم ہوئی۔ تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ اور ارشاد فرمایا۔ ایتونی بقس طائیں اکتب لکم کتاباً لئن تفضلو ابعدي۔ یعنی میرے پاس کاغذ لاؤ تاکہ ہم کچھ ایسی تحریر جو القلم کریں۔ کہ جس سے ہمارے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ چنانچہ اس وقت آپ کے پاس چند صحابہ موجود تھے۔ ان میں اختلاف ہونے لگا۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا کوئی ضرورت نہیں آپ پر تکلیف کا در غالب ہے۔ ہماری ہدایت کے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اس اختلاف کی آواز حضرت کے کان میں پہنچی۔ تو آپ پر گراں گذرا۔ اور غصہ کے ساتھ فرمایا۔ میرے پاس سے چلے جاؤ نیز دیکھو الاسلام۔ سر العالمین و کتاب الشفا جلد سوم میں بعد پیغمبر خدا نے اسامہ بن زیدؓ کی ماتحتی میں مہاجرین اور انصار کا ایک لشکر جس میں چند قریشی اجلہ صحابہ بھی داخل تھے روانگی کا حکم دیکر فرمایا کہ فلسطین کی سرزمین کو گھوڑوں کی ٹاپوں

سے پائمال کر دو۔ چنانچہ اسامہ نے لشکر کو مدینہ سے باہر ایک فرسخ پر مقام جبروت میں
اس لئے ٹھہرایا کہ سامان روانگی فراہم کر لیں۔ مگر اکثر صحابہ کو اسامہ کی ماتحتی اس لئے
ناگوار ہوئی کہ غلام کی ماتحتی ہم شرف کیلئے موجب ذہمت ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر بعض
صحابہ نے حبش اسامہ سے تخلف کیا۔ اور واپس آ گئے۔ پس اس تخلف پر آپؐ فرمایا
جَبِشَ اسامہ لَعَنَ اللہُ مَن تَخَلَّفَ عَنْهَا۔ یعنی جو لشکر اسامہ سے روگردانی
کرے اس پر لعنت ہے اللہ کی۔ دیکھو ملل و نخل

آخر کار بارہ ماہ ربیع الاول ۱۰ھ بروز دوشنبہ چاشت کی وقت تقریباً سال
کی عمر میں تیرا روز بیمار رہ کر حجرہ حضرت عائشہؓ میں آپؐ نے وفات پائی۔
فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ہ اب اہل بیت نبویؐ کیلئے زمانہ تاریک ہو گیا۔ اور
اہل بیت نبویؐ آپؐ کی وصیت کے مطابق حضور کے انتقال پر ملال پر تجہیز و تکفین
میں مشغول ہو گئے۔ اور مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم سے میدان حدنا
پاکر اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہ جبکہ انہیں انتظار تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو لیکر آنکے
ہمارا ابو عبیدہ بھی ہوئے۔ سفیف بنی ساعدہ میں اس غرض سے پہنچے کہ اپنے میں سے
ایک شخص کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔ درحقیقت یہ منافقانہ تجم ریزی پہلے ہی سے
ہو چکی تھی۔ یہ جز سنکر حدنا انصار بھی آ گئے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ
نے اپنا استحقاق خلافت جفا کر انتخاب خلیفہ کی نسبت فرمایا۔ کہ حضرت عمرؓ یا ابو
عبیدہ میں سے ایک کو منتخب کر لو۔

مگر انصار چونکہ مدینہ طیبہ کے اصلی باشندہ یہی تھے۔ ان کو مکہ والوں کی زیر
حکومت رہنا کسی قدر ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ اور ان کو خیال تھا کہ ان وطن سے

بھاگے ہوئے لوگوں کو ہم نے اپنے پاس رکھا۔ انکی اعانت کی ان پر ہمارے احسان ہیں۔
 اس لئے یہ ہمارے زیر اطاعت رہنے چاہئیں۔ نہ کہ ہم ان کے تابع فرمان بن جائیں۔ وہ پیغمبر خدا
 کی ذات بابرکات ہی تھی۔ جنکی غلامی ہم دل و جان سے کرتے تھے۔ اب آپکی وفات کے بعد
 ہم لوگوں پر قریش کو حکمرانیکا کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ اس لئے اپنے میں سے جداگانہ امیر
 مقرر کر لیں۔ چنانچہ سعد بن عمادہ کو جو نبی خزرج کا سرگروہ تھا۔ بیعت کیلئے نافرذ بھی کیا۔
 مگر مہاجرین اپنے اصرار پر بدستور اڑے رہے۔ تو انصار نے اس تفرقہ کو مٹانیکے لئے یوں
 فیصلہ کرنا چاہا۔ کہ مثنیٰ امیر و منکم امیر۔ یعنی اسے مہاجرین ایک تم میں سے اور ایک ہم میں سے
 امیر مقرر کیا جائے۔ مگر حضرت ابوبکر نے انصار سے یہ بات کہی۔ الا کنتہ من القریش۔ یعنی
 پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میرا جانشین قریش کا آدمی ہوگا۔ اس پر انصار ساکت ہو گئے۔ اور
 حضرت عمر نے عجلت کیساتھ کہہ سدا انصار میں سے کوئی برگشتہ نہ ہو جائے اور قذہ برپا نہ
 ہو جائے حضرت ابوبکر سے کہا۔ ہاتھ بڑھائے۔ کیونکہ آپ بہتر ہیں فوراً بیعت کر لی۔ علیؑ نہ
 اہل سقیفہ نے بیعت کی۔ اور حق اہلبیت نبوی پر تیغ بیدریغ چلا دی۔ من بعد وہا سے
 لوٹے تو پیغمبر خدا کو اہل بیت نبوی دفن کر چکے تھے۔ اس نے شرکت جنازہ سے محروم رہے
 کہ نہ سیکو جو سے قشقہ نہ امت پیشانی پر عیشیہ کیلئے لگ گیا۔ اور اسی موقع پر کسی نے خوب
 کہا ہے۔ چوں صحابی حب دنیا داشتند۔ مصطفیٰ را بیکفن بگذاشتند۔
 یوں تو قذہ مصنوعی خلافت سقیفہ ہی میں ہو چکا تھا۔ مگر اگلے روز مہاجرین اور
 انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھنے ایجا نے ہی کو تھے۔ کہ
 حضرت عمر بیعت کر کے منبر پر گئے۔ اور فرمایا کہ اے مسلمانوں کل سقیفہ نبی ساعدہ میں جو
 کہہ ہوا وہ تم کو معلوم ہے۔ اور میں جو کہہ کیا اور کہا وہ کوئی آیت قرآنی نہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ

نے اسکا حکم دیا ہو۔ اور نہ کوئی وصیت بنوی تھی۔ جو میں نے اس کو پورا کیا ہو۔ یا خیال
 تھا کہ حضرت اپنا جائزین تجویز فرمائیں گے۔ مگر آپ اللہ کی کتاب اور سنت تم میں چھوڑ گئے
 ہیں۔ اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہو گے تو برگزگراہ نہ ہو گے۔ سو الحمد للہ غیب سے سامان ہو گیا
 اللہ تعالیٰ نے تمکو مجتمع رکھا۔ اور تمہارے معاملات کی باگ ایسے شخص کے ہاتھ میں دیدی
 جو تم میں بہتر اور برتر ہے۔ پس شکر کرو اس احسان کا۔ اور قدر کرو اس نعمت کی تمام حاضرین کھڑی
 ہو جاؤ اور بیعت کرو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پس یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ پس سقیفہ
 کی بیعت خاہد کے بعد مسجد نبوی میں علی الاعلان بیعت عامہ صادر ہوئی۔ اس طرح حضرت
 ابوبکر کی خلافت عوام اور خواص کے نزدیک مسلم ہوئی۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر نے اعلان
 فرمایا اے لوگو میں تمہارا ولی اور سرپرست قرار دیا گیا ہوں۔ اور تم سے بہتر نہیں ہوں۔
 پس اگر میں سید ہا چلوں تو میری مدد کیو۔ اگر ٹیڑھا چلوں تو سید ہا کیجیو۔ اور سچائی
 امانت ہے اسلئے اسکا پابند رہنا پڑیگا۔ اور جھوٹ خیانت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔
 اور تم میں جو شخص کمزور ہے۔ وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ حتیٰ کہ میں اسکا حق واپس دلا دوں
 اور تم میں میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ میں مظلوم کا انتقام لیلوں۔ دیکھو لا اسلام
 جلد سوم۔ اب چونکہ بنی ہاشم بوجہ انتقال پر ملال پیغمبر و اجداد و ہاں موجود نہ تھے۔
 اسلئے بنی ہاشم کی طرف سے مہاجرین کو پورے طور پر اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اسلئے حضرت
 عمر نے حضرت علی کو بلا کر بیعت حضرت ابوبکر پر ایکو مجبو کیا۔ مگر حضرت علی نے حضرت ابوبکر
 سے فرمایا کہ آئیے انصار سے یہ کہہ کر کہ خلیفہ قریش کو بنو چاہئے انصار سے حصول حق فرمایا
 ہے۔ اب میں آپے طالب ادب ہوں۔ جو داد اپنے انصار سے پائی ہے۔ وہی داد آپ
 مجھے دیجئے۔ کیونکہ میں قریش بھی ہوں۔ ہاشمی بھی ہوں۔ براہ پیغمبر ہوں۔ داماد پیغمبر

ہوں وغیرہ وغیرہ دیکھو روضہ الاحباب جلد دوم صفحہ ۳۲۰

مگر اسکا جواب ہی کیا تھا جو اہل خلافت کی طرف سے ملنا۔ آخر کار حضرت علی نے بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ مگر حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ آپ نے بی بی فاطمہ کی رحلت کے بعد بیعت کی۔ اور شیعہ تمام تر بیعت سے انکار رکھتے ہیں۔ مگر راقم کہتا ہے اگر حضرت علی نے کسی قسم کی بیعت کی ہوتی تو آپ اپنے خطبہ شمشقہ میں اس قدر حضرت ابو بکر کی خلافت پر بیزاری نہ دکھلائی ہوتی۔ اور نہ اس طرح کا اظہار ملال کیا ہوتا۔ دیکھو شرح علامہ ابن الحدید اسکے شارح صاحب جلد محدثین اور متکلمین اہل سنت سے ہیں۔ کون خواندہ آدمی ہے جو اس خطبہ سے واقف نہیں۔ اور چند فقرے اس خطبہ کے یہ ہیں۔ قسم خدا کی ابو بکر بن قحافہ نے جامہ خلافت کو پہنچ تان کر تکلف پہن لیا۔ یعنی خلیفہ بن بیٹھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میری جگہ اس خلافت کے مقابلہ میں قطب آسیا کی سی ہے یعنی جس طرح آسیا بن مسیح کے نہیں چلتی اسی طرح اسلام بغیر میرے نہیں چل سکتا مگر ابو بکر اور اہل سقیفہ نے میری خلافت سے روگردانی کی۔ اور مجھے خلافت سے دور رکھا۔ مجھ سے سیل جاری ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح بلندی کی طرف سے سیلاب نیچے کو آتا ہے اسی طرح میری بلند پائیگی سے دریائے علم جاری ہوتا ہے۔ اور نہیں پروا کر سکتا ہے پرندہ میرے پایہ بلند تک۔ یعنی میرے مرتبہ علم و معرفت تک انسان کا طائر و ہم و خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پس ڈال دیا ہم نے خلافت ابو بکر پر پردہ اور اس سے میں نے پہلو تہی کی۔ اور اس امر میں میں نے فکر کرنا شروع کیا کہ آیا اپنے دست بریدہ سے یعنی باوجود قلت اعوان و انصار بھی ابو بکر پر حملہ کر بیٹھوں یا صبر کروں بلائے تیرہ تار پر۔ یعنی خلافت ابو بکر پر جو ظلمت و جہل و حق کشی کا حکم رکھتی ہے۔

یہ بلا ایسی بیدرمان تھی کہ جسکے صدمہ سے بڑھے بیکار ہو گئے۔ اور کم سن بڑھے ہو گئے اور ہر ہر من تا دم مرگ رنج اٹھاتا رہیگا۔ پس مناسب وقت یہی معلوم ہوا کہ اس مصیبت پر صبر کرنا بہتر ہے۔ پس صبر کیا میں نے درحالات میں نے آنکھوں میں گویا گرد پڑ گیا یعنی جس طرح گرد پڑ جانے سے آنکھیں پر آب اور پرورد ہو جاتی ہیں۔ وہی کیفیت میری ہو رہی تھی۔ اور میرے حلق میں گویا ہڈی ہڈی اٹکی ہوئی تھی۔ میں اپنی میراث خلافت کو لٹے دیکھتا تھا۔ یہاں تک اسی حالت میں خلیفہ اول نے وفات پائی۔

اب خلیفہ اول نے حضرت علی کو چھوڑ کر حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا تو دیگر اصحاب نے اختلاف کر کے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے ایک سنت گیر آدمی کو ہم پر خلیفہ مقرر کر دیا بھلا اسکا اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ آپ نے فرمایا واللہ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔ اور حضرت عمر نے اپنے خلیفہ کے انتخاب کریم کا کام مجلس شوریٰ کے سپرد کیا۔ اور مجلس شوریٰ میں حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت بن ابی وقاص۔ حضرت عبدالرحمن۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی شامل تھے۔ انھوں نے یہ مشورہ کیا کہ حضرت عثمان یا حضرت علی میں سے جو اس شرط کو منظور کر لے اس کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ پہلے یہ شرط حضرت علی کے سامنے پیش کی گئی کہ احکام خدا اور رسول اور شیر شجین کے نقش قدم پر چلے مگر حضرت علی نے جواب دیا۔ کہ میں احکام خدا اور رسول کی تعمیل پورے طور پر کروں گا۔ مگر شیر شجین کا لازمی طور پر پابند نہ ہوں گا۔ پھر یہ شرط حضرت عثمان کے سامنے پیش کی گئی۔ انھوں نے یہ شرط فی الفور منظور کر لی۔ اور خلیفہ نامزد کئے گئے۔ دیکھو تاریخ الاسلام جلد چہارم خلافت اجماعی تو اس لئے نہیں کہ اس بیت بنوی خلافت ابوبکر کے خلاف تھے۔

اور نیا بتا اس لئے نہیں کہ بیعت حضرت ابو بکر پر حضرت علی کو مجبور کیا گیا۔ برخلاف
 اس کے حضرت علی کی بیعت سابقہ خم غدیر کو بدستور قائم رکھتے تو نیا بتا سمجھا جاتا
 غور فرماتے حضرت شیخین نے امر قسط اس اور لشکر اسلام سے تخلف کر نہیں احکام نبوی کی عدم پوری
 مخالفت کی۔ اس لئے لشکر اسلام بمقابلہ کفار روانہ نہ ہو سکا۔ اور پیغمبر خدا کو اپنے ارادہ میں ہوں
 ناکامیابی ہوئی۔ بیشک اگر آپ کچھ روز اور زندہ رہتے۔ تو ان واقعوں کا طہونہ ہوتا۔ جب تک
 بدولت صرف اہل بیت پیغمبر کو ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی برے دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ اس میں
 کچھ شک نہیں اس نافرمانی کا کوئی خاص سبب تھا۔ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس
 لشکر اسلام کو لیکر کفار کی جانب چل نکلتے تو مسقیف بنی ساعدہ کا اجماع ظہور میں نہ آتا۔ اور
 یقیناً ام خلافت کسی اور پہلو پر قرار پاتا۔ تعجب ہے ان حضرات مسلمانوں نے سورۃ اعراف ہوتا
 گوار کیا اور گھر بیٹھے رہتے۔ یہ کیا سبب ان تھا۔ کہ پیغمبر خدا کسی کیلئے تاکید کے ساتھ حکم دیں اور
 وہ نہ بجا لائیں۔ الغرض یہی دو واقعے ایسے ہیں۔ کہ جو آپ کی رحلت کی وقت واقع ہوئے۔ کہ
 جو باقی اسلام اور پیروان اسلام کے درمیان سخت مخالفت کا نقشہ دکھلا رہے ہیں۔ آپ
 کی رحلت کے بعد مسلمانوں میں پیدا اختلاف امر خلافت تھا۔ کہ جب کو آپ نے تحریر کی رو سے
 فیصلہ کر لیا ارادہ کیا تھا۔ مگر میں شیعہ اور سنی کا اختلاف نظر آتا ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت علی کو تحریری طور پر اپنا جانشین بنا اچھا ہوتے تھے۔ اور حضرت
 اہل سنت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کو تحریر کی رو سے اپنا خلیفہ بنانے کو تھے۔ مگر افسوس
 کوئی تحریر وقوع میں نہ آسکی۔ تو ایسی صورت میں قیاس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ یہ ہے
 کر سکتے۔ اگر حضرات اہل سنت کا بیان درست ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر پر بلکہ
 تمام مسلمانوں پر بڑا ستم کیا۔ اگر حضرت ابو بکر پیغمبر خدا کی کسی تحریر کے مطابق خلیفہ مقرر

پا جاتے۔ تو کسی مسلمان کو حضرت ابوبکر کی خلافت سے انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے تمام مسلمان ایک ہی مذہب کے پابند رہتے۔ پس ایسی صورتیں خلافت کا کوئی جھگڑا اسلامی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ شیعہ جو کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کو تحریر کے وسیلہ سے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اور وہ اس لئے کہ چند ماہ پیشتر آپ حضرت علی کو زبانی اور عملی طور پر ختم خدیر میں اپنا جانشین بنا چکے تھے۔ راقم واقعہ غدیر کو قطعی نصی ثبوت کے ساتھ معقولات و منقولات سے رسالہ ہذا کی ابتدا میں درج کر چکا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہوں کا دعویٰ بے بنیاد نہیں۔ حیرت انگیز حال کوچہ بھی ہو مگر ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی تحریری خلافت کے خلاف کوئی مخالفانہ کاروائی اختیار کی ہوگی۔ اگر حضرت عمر کو اس کا یقین ہوتا کہ پیغمبر خدا ضرور حضرت ابوبکر کو ہی تحریری طور پر اپنا خلیفہ بنانے کو ہیں۔ تو حضرت عمر سرگز اس تحریر کے خلاف نہ ہوتے۔ بلکہ اس تحریر کی تکمیل پر بدل و جان کوشاں ہوتے۔ کیونکہ اس تحریر کا ہی انجام ہوتا کہ جو حضرت عمر کی تائید سے سفید بنی ساعدہ میں صورت پذیر ہوا۔ بلکہ سفید کے نتیجے سے بھی زیادہ قابل قبول ہوتا۔ بیشک حضرت عمر کو اس کا یقین کامل تھا۔ کہ پیغمبر خدا حضرت علی کو ہی تحریری طور پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ احمد بن طاہر نے تاریخ بغداد میں ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ ہمیں خود حضرت عمر کی زبانی مذکور ہے۔ کہ پیغمبر خدا امراض الموت میں علی کے نام کی مراحت کرنا چاہتے تھے لیکن میں مانع ہوا۔

اس لئے آپ کو فرمودہ نبوی سے مخالفت کی ضرورت پڑی۔ جیسا کہ واقعہ قرطاس اور خلف از جیش اسامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری باب العلم صفحہ ۱۵
پس ظاہر ہے اگر حضرت ابوبکر یا حضرات ثلاثہ کی خلافت کے لئے کوئی نص جلی یا

خفی ہوتی تو الائمۃ من تقریش پر کیوں استدلال کیا جاتا۔ یا اجماع سفیفہ کی کیا ضرورت
تھی۔ پھر اپنے اپنے دونوں ساتھیوں کی کیوں تو اضع کرتے کہ حضرت عمر یا ابو عبیدہ میں
سے بیعت کے لئے ایک کو منتخب کر لو پھر انصار کیوں لب کشائی کرتے۔ اور خلافت
ثانی پر کیوں اختلاف ہوتا۔ پھر خلافت سویم کیلئے مجلس شورہ کی کیوں قائم کیا جاتا۔
الغرض یہ کوشش حضرت عمر کو ہمیشہ رہی کہ خلافت اہل بیت نبوی کو میسر نہ ہو۔ صاف ظاہر
ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کو خلافت سے پوری کامیابی کیلئے علیحدہ رکھا۔ اور اپنے
بعد بھی اپنی لا جواب پولیٹیکل قابلیت سے اپنا جانشین نہ ہونے دیا۔

جیسا کہ حافظ حدیث ابن عبد البر سے تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا
ہے۔ کہ ابن عبد البر کہتے ہیں یہ روایت ہم کو کئی سندوں سے پہنچی ہے۔ کہ امام حسن نے مرغش
میں اپنے بھائی امام حسین سے فرمایا اب میرے بھائی تمہارے باپ علی بن ابوطالب کو
امر خلافت کا خیال ہوا مگر ان سے اسکو ہٹا دیا۔ اور ابوبکر خلیفہ ہو گئے۔ پھر وفات ابوبکر
پر ان کو خیال ہوا۔ اور وہ اسے پھیر دی گئی۔ حضرت عمر کی جانب پھر انہوں نے شوریٰ اس کے
مشورے پر چھوڑ دی۔ اس میں کچھ شک نہیں اب تمہارے باپ علی سے تجاوز نہ کریں گی۔
پس پھیر دی گئی وہ حضرت عثمان کی طرف۔ پھر تمہارے باپ کی بیعت پر جھگڑا ہوا
حتیٰ کہ تلواریں میان سے نکالی گئیں۔ اور لڑائیاں ہوئیں۔ سو وہ خلافت ال کو بلا
غبار نہ ملی۔ اور آئندہ بھی میرا خیال ہے کہ خلافت ہم اہل بیت میں نہ رہے گی۔ نیز دیگر
کرامات صحابہ۔

اس میں کیا شک ہے۔ کہ پیغمبر خدا کی ہدایت تحریری کا عمل میں نہ لایا جاتا۔ اسلام کی ٹری
بذریعہ تھی۔ حیف اسلام و اہل اسلام اگر ایسی تحریر عمل میں لائی گئی ہوتی تو اسلام

ہزاروں قتلوں سے محفوظ رہنا۔ اور اس خلافت کا اثر فوری تو یہ ہوا کہ بنی ہاشم کی
 حکومت دور ہو گئی۔ جس کے سبب اہل بیت پیغمبر کی جو قدر و منزلت عہد پیغمبر و الجلال
 میں تھی وہ باقی نہ رہی۔ اور آل محمد کی بے توقیریاں اس درجہ تک پہنچ گئیں کہ کربلا کی
 بے ادبیوں کے بعد اہل حرم و مشق کے کوچہ و بازار میں بڑی رحمی کیساتھ تشہیر کئے گئے۔ اور
 اس کے بعد بھی خونریزی آئمہ خاندان پیغمبر کی ہوتی رہی۔ اور سادات کشیاں بڑی کشتادہ
 پشانی سے ہوتی رہیں۔ کہ جنکی شاہد کتب سیرت تاریخ ہیں۔ اور ترمذی مسلم تشریح
 عقاید بلالی کی رو سے حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر خدا نے کسی اپنا بھائی
 نہیں بنایا۔ اور حضرت ابو بکر فعل امت سے خلیفہ قرار دئے گئے ہیں۔ ایسی بات میں
 ظاہر ہے کہ آپ کو خلیفہ پیغمبر کہنا درست نہ ہوگا۔ اس لئے جو حضرات اہل سنت آپ کو خلیفہ پیغمبر
 سمجھتے ہیں وہ لاعلمی سے بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ انہیں لازم ہے اپنے عقیدہ کی
 اصلاح کریں۔ کیونکہ پیغمبر و الجلال کا مقدس فرمودہ ہے کہ جو شخص اپنے امام کو نہ پہچانے
 اور مر جائے تو یہ کافر کی موت مرا۔ اس سبب پیغمبر خدا کی رحلت کے بعد فوراً ہی مہاجرین
 اور انصار نے نصب امام کو افضل ترین امور دین سے جانکر دفن پیغمبر سے مقدم جانا۔
 امت سے مساوی ظاہر ہے۔ کہ امام کی معرفت واجب ہے۔ امام کا نصب واجب نہیں
 پس یہی سورتیں دفن پیغمبر نصب امام کرنے کو مقدم کرنے سے امت دو معصیتوں میں
 مبتلا ہوئی۔ ایک یہ کہ جمیع حاضرین سقیفہ بنی ساعدہ ایسے پیغمبر محترم کے دفن کے ثواب
 سے محروم رہے۔ دوسرے یہ کہ نصب امام کیا تو امت ایک بدعت کی مرتکب ہوئی اور
 بدعت ضلالت ہے۔ اور نصب امام کا فعل اس لئے بدعت ہے کہ خلافت انبیاء علیہم السلام
 منجانب اللہ ہوا کرتا ہے۔ منجانب الناس نہیں۔ کیونکہ جس امر میں شرعی نص نہ ہو عقل

کی رو سے حکم دینا منع فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ لا تتبع الھوی۔ جب ایسا حکم اللہ تعالیٰ کا پیغمبر
خدا کیلئے ہے تو عام امت کو عقل کے ذریعہ سے احکام شرعی جاری کرنا کب روا ہو سکتا ہے
الغرض نص و عقل دونوں کی رو سے امام کا نصب کرنا ایک بدعت اہل سقیفہ سے صادر
ہوتی۔ پس جانتا چاہئے کہ امر خلافت منجانب اللہ ہے۔ اجماع امت کو اس میں کچھ دخل نہیں
جیسا کہ آیات اللہ سے ثابت ہے۔ **وَاجْعَل لِّی وَزِیْرًا مِّنْ اٰہْلِ بَیْتِیْ**۔ **وَاجْعَل لِّی وَزِیْرًا مِّنْ اٰہْلِ بَیْتِیْ**
بِمَا اَدْرَسَیْ وَاَشْرَکَ فِیْ اَمْرِیْ۔ دیکھو سورہ طہ یعنی حضرت موسیٰ نے درگاہ یاری
میں عرض کی اے اللہ تو میرا وزیر میرے اہل بیت میرے بھائی ہارون کو بنادے۔ تاکہ آسمان
تو میرا کام اور میرے امور میں میرا شریک ہو۔ دیکھو تفسیر قادری۔

اس سے ظاہر ہے اگر خلافت اپنے اختیار سے ہوتی تو حضرت موسیٰ کو کیا ضرورت تھی اللہ تعالیٰ
سے درخواست کرتے کہ تو میرے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ بنادے۔ پھر درخواست قبول
ہونیکے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ میری جگہ میں
قَالَ مُوسٰی لَا خِیْرَ لِّہَا رُوْنِ اَخْلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ۔ دیکھو سورہ اعراف۔ غور نہ اے اگر اللہ
تعالیٰ کی منظوری کی ضرورت نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ نے اپنے اختیار سے اپنا خلیفہ بنادے
یا بغیر خلیفہ بنائے میقات پر چلے جاتے۔ اور بنی اسرائیل اپنی تجویز سے خلیفہ بنا لیتے۔
اور حضرت ہارون کی خلافت **جَعَلْنَا مَعَهُۥ اَخَاهُ صَھْرٰوْنَ وَزِیْرًا**۔ سورہ فرقان سے ثابت
ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی کا وزیر یا خلیفہ بنانا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

کسی نبی کو بھی اختیار نہیں کہ جسکو چاہے اپنا وزیر بنائے۔ بس اللہ تعالیٰ رحم کرے امت
پر کہ جس نے اپنے اختیار سے پیغمبر خدا کے بعد اپنا خلیفہ حضرت ابوبکر کو بنالیا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے مقرر کردہ خلیفہ کی طرف رخ بھی نہ کیا۔ اور امت کا یہ عقیدہ بنا لینا کہ پیغمبر خدا نے اپنا

خلیفہ کسی کو نہیں بنایا بڑا حسرت انگیز مضمون ہے۔ کہ جس کو عقل بھی گوارا نہیں کر سکتی۔
 انہما سابق کے خلفاء تو حکم الہی سے بڑے لحاظ و خیال کیساتھ مقرر کئے جاتے۔ اور
 یہ امت شریعہ ہمارے کی طرح چھوڑ دیجائے کہ اپنا خلیفہ آپ مقرر کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ امت
 اہم سابقہ میں ممتاز تر پائیے کھتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے اعتنائی بعید از عقل و
 قیاس ہے پھر بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اتنے بڑے پیغمبر کے خلیفہ کی خلافت کا یہ رنگ ہو۔
 کہ جو آپ کا خلیفہ ہو اسے نہ تو آپ مقرر فرمائیں نہ اللہ تعالیٰ اسے ایک جماعت مقرر کرے۔ اور
 وہ جماعت بھی کیسی جو جماعت کامل نہ ہو۔ یعنی کچھ لوگ مجتمع ہو کر سری طور پر خلیفہ
 مقرر کر لیں۔ اگر اجماعی طریقہ سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اگر دیار اسلام سے نہیں
 تو کم از کم مختلف قبائل عرب ہی کے سردار جو مشرف باسلام ہو چکے تھے بلائے جاتے۔ مگر
 یہاں تو یہ حالت گذری کہ مدینہ کے علاوہ قبائل تو درکنار قبیلہ نبی ہاشم تک کو جو مدینہ ہی میں
 رہتے تھے اور پیغمبر خدا کے قرابتدار بھی تھے اس اجماع کی خبر نہیں کی گئی۔ حضرت عمر نے نہایت
 عجلت کیساتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کے طریقہ سے خلافت
 قائم کر دی۔ اور اکثر اصحاب جو حضرت علی کے طرفدار تھے اس اجماع میں شریک نہیں ہوئے
 سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد وغیرہ حضرت ابوبکر کی خلافت منجانب اللہ والرسول
 کو تھی ہی نہیں۔ مگر کامل طور پر منجانب الناس بھی قرار نہیں پاتی ایسے ناقص اجماع کو کوئی
 زبیر اللکشن نہیں قرار دے سکتا۔ صاف ظاہر ہے اگر حضرت عمر اس عجلت کیساتھ حضرت
 ابوبکر کو خلیفہ نہ بنا ڈالتے اور باقاعدہ ایکشن کی کاروائی عمل میں لائی جاتی تو حضرت
 ابوبکر کی خلافت غیر ممکن تھی۔ پس حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ رکھنا کہ پیغمبر خدا نے کسی
 کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ محض لغو امر ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ بحکم الہی پیغمبر خدا نے حضرت علی

۱۔ اپنا فلیفہ تولی اور فعلی طریقوں سے بنایا۔ اور پیکلی اس تجویز کے مقول ہو میں کچھ کام نہیں۔ علی واقعی ایسے بزرگ تھے۔ امت میں یہاں نظیر نہیں رکھنے تھے۔ اور آپ کے خلیفہ قرار دینے میں بہت سی خوبیاں ملحوظ نہیں۔ کہ جسکو خود غرض امت کے آگے نہیں تجویز کو غمزدہ کر دیا سچ ہے۔

شہر علم مصطفیٰ راجہ علی بابے بنو دہ۔ یار بابا قہر خلافت راجہ چند باب
 واہ کیا خوب سیہ اصحابہ کی کاروائی ہے کہ دنیا کے عیوض آخرت گنوائی ہے۔ اللہ اکبر کس
 قدر حوصلہ افزائی ہے۔ کہ امر اللہ سے بھی آنکھ چرائی ہے۔ خدا یا دہائی ہے وہائی ہے۔
 خم غدیر کی مبارکباد بھی دل سے بھلائی ہے۔ بھلا جن کی عبادت بھی پیغمبر کو نہ خوش آتی
 ہے۔ اور نہ تہجد داری کی خدمت پسند فرمائی ہے۔ انکو دارین میں کیسے سرخروائی ہے۔
 غور فرمائے یہ کیا بھائی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلافت آدم و ملائکہ کے اجماع کی
 تربید فرمائی ہے۔ تو پھر اجماع اہل سقیفہ سے کیسے تائید کرائی ہے۔ اور اجماع بھی کیسا
 لاثالی۔ یار اسلام میں تو کیا مدینہ میں بنی ہاشم تک کو خبر نہیں کرائی ہے۔ کہ جسکو کوئی دہائی
 عقل الکشن بھی نہیں کہہ سکتا کیا اہل حکومت نے الکشن کی یہی صورت بتلائی ہے۔
 جب ترویج کے روز بدریم وحی ایک مرتبہ معزول ہو چکے۔ تو پھر یہ تقرری کہوں سے آئی ہے
 جو سراسر خلاف حکم الہی ہے۔ بھلا جسے پیغمبر کو مشورۃ تک کی ممانعت اور تعالیٰ نے
 فرمائی ہے۔ تو پھر انکی نیات کیسے پسند آئی ہے۔ بخدا یہ خلافت پیغمبر نہیں بلکہ تھا الہی ہے۔
 کہ خانہ زہرا پر چڑھائی اور خلیفہ برحق کی تلفی کی اور کرائی ہے۔ کوئی تو ایمان سے کہہ دے
 کہ داماد کی مہراث کہیں بھی خسر نے پائی ہے۔ کیا حق و ناحق کا اختیار یہی ہے۔ جس نے
 دشمنان اہلبیت بنوی سے یزاری دکھلائی ہے۔ قسم خدا کی یہ عین عبادت الہی ہے

دیکھو تو قرآن میں ظالم اور کاذب پر لعنت آئی ہے۔ جسکی تالیف پیغمبر نے فرمائی ہے۔ جو مومن ہو کر اپنے نبی کی سنت اور ذکرے اسکی کس قدر رسوائی ہے۔ بیشک ابلیس کا وہ جتنی بھال ہے کہ جس نے معام الملکوت ہو کر آدم کے سجدہ پر سرکش دیکھ لائی ہے۔ اس لئے فقر و ورخ میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ایسوں کی شفاعت سے جس نے امید لگائی ہے۔ دیوانہ ہے یا سودا ہے۔ اس نے عقل کہاں گنوائی ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ جسکے لئے آیہ مودۃ آئی ہے۔ جسکی تائید خدا نے حدیث ثقلین کوئی ہے۔ اسکو کہ جو بڑ کر بھلا کس نے نجات پائی ہے۔ قسم خدا کی ان کی ساری خدائی ہے۔ اہل جنت پر جنین کی فرماں روائی ہے۔ اور حوض کوثر پر علی نے مسند لگائی ہے۔ بتلائے اب رہا کیا باقی صرف دوزخ و شہنار ابلیسیت کیلئے باقی رہی ہے۔ اور دوزخ کی بھی سن لیجئے اگر ذرہ برابر جب علی کسی نے پائی ہے قسم خدا کی شریعت اس کی پائی ہے۔ اگر شک ہے تو مہر فاطمہ کے عسیر میں مومنین نے جو مسند پائی ہے دیکھو مناقب الفاطمیہ صفحہ ۶۲ پر حدیث تحریر فرمائی ہے۔ اور خطیب کی روایت بتلائی ہے۔ ایمان سے کہنا کیا اب بھی باور نہیں ہے دو علماء اہل سنت کی شہادت کافی نہیں ہے۔ اسپر بھی اگر انکار ہے بیشک مرتد ہوا۔ وہ کامل یقین ہے۔ علی سے تو لا خلفات تبرا نہ رعبت اسلام کا مدعا یہی ہے۔

ظریف احمد۔ جب کہ پیغمبر خدا کی وفات پر جو شازنداد پھیلا ایک طرف عرب کے یہود و نصاریٰ مخالف اسلام تھے دوسری طرف مدعیان نبوت بکسر پر خاش تھے۔ اسوقت اصحاب ثلاثہ کی زبردست تدبیروں نے نہ صرف رب کو قابو میں رکھا۔ بلکہ شام و مصر۔ ایران جیسی بڑی بڑی سلطنتوں کو دارالاسلام بنا دیا۔ کہ جسکی بدولت آج ہم مسلمان کہلا رہے ہیں۔ کیا اصحاب ثلاثہ کی یہ خدمت اسلام نہیں۔

احمد حسن - ہرگز نہیں۔ اول تو اسلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور
انالہ لحاظظون۔ دوسرے فتوحات ملکی تمام دلمصر وغیرہ محمد صادق پیغمبر ذوالجلال کی مہدق

عن ابی ہریرہ بن ابی ہریرہ کہ وہ تو ہو کر رہی خواہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی۔

مگر کیا بناب میر علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور بھی شیر خدا ہے

تمام مورخین اور علمائے فریقین اس پر متفق ہیں کہ عزوئے خیبر میں جبکہ حضرت شیخین

ہو کر واپس ہوئے تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہم کل اپنا نام ایسے شخص کو دیتے جو اللہ اور اس کے

رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتا ہے۔ پھر پیغمبر سے

علم لیکر پیغمبر کے پاس گھاڑا۔ عمرو حرب کو کس پچھاڑا۔ اور در خیبر کو اس کے کہار ا۔

خیبر کے لیوار کو کس نے سپر پایا کہ جسکو چاہیں آدمی بروایت شتر آدمی لٹا سکے جس پر

پیغمبر خدا نے قسم کھا کر فرمایا کہ جنگ خیبر میں علی کے مددگار چاہیں فرشتہ تھے۔ اور حضرت

علی نے خود فرمایا ہے کہ میں اس کی وار کو قوت بشریت نہیں اٹھایا۔ بلکہ قوت الہیہ

سے اٹھایا ہے۔ علی ہذا غزوہ خندق میں عمر بن عبد و کوس نے قتل کیا جو اکیلا ہزار

جوؤں کے برابر شمار کیا جاتا تھا جس کے مقابلہ پر جب حضرت علی نکلے تو پیغمبر ذوالجلال سے

فرمایا کہ آج سالم ایمان سالم کفر کے مقابلہ پر نکلا ہے۔ اور جس کے قتل پر پیغمبر خدا نے فرمایا

کہ میری امت کے تمام جن وانس کی عبادت سے جو قیامت تک کرنے ہوئے جسے علی

یہ ایک ضرب افضل ہے۔ دیکھو تارک الاسلام و کرامات صحابہ۔

اور جنگ پر اللہ میں جنوں کا مقابلہ کر کے مسلمان کرنا ذوالفقار پیری کے سوا اور

کس کا کام تھا۔ دنیا میں وہ کون بھاڑ ہے جو شجاعیت شیر خدا بازوئے مصطفیٰ

کا منکر ہے۔ جنگ بدر میں بروایت احمد میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی پانچ ہزار

فشتیوں سے غیبی امداد کی۔ ملا کر کا یہ کہنا لافتنی الا علی لا سیف الا... الثقار لسی شان
 میں تھا۔ پھر وہ کونسا جنگ کے جہیں علی کے چپ دراست جبرل و سیکال نہ رہتے تھے۔
 الغزنی وہ کونسا غزوہ پیغمبر ہے بحر جنگ تبوک کہ جہیں علی پیغمبر کے علم بردار نہیں بنے
 اور وہ کونسا غزوہ پیغمبر ہے جو علی کے ہاتھ پر فتح نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ خنیفہ مت بد بردار احد و غیرہ
 پیغمبر و اہل کمال کی حیات بابرکات میں پیش آئے ہیں انہیں علی بر تقویٰ کی شجاعت ذاتی
 اور فن پہلوانی کا وہ ظہور ہوا کہ جن کے سامنے تمام دنیایان کی بہادری بازیچہ لطفا
 سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور پیغمبر خدا کے انتقال پر منال کے بعد آپ کو نین واقعہ
 پیش آئے ہیں۔ جنگ جمل۔ صفین۔ اور نہروان۔ ان تینوں میں آپ کے ذاتی جوہر جلالت
 کے ساتھ آپ کا فن سپہ گری اور آداب حرب اور فوج کشی ظاہر ہوا کہ جس سے علی وجہ۔
 الکمال پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ آپ اپنی تھوڑی سی فوج کیساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو
 پسپا کرتے تھے۔ الغزنی تفقہ امر ہے کہ عرب کی فصاحت کہ قرآن مجید نے اور شجاعت کہ
 علی نے اپنے اعجاز امامت سے شکست فاش رہی۔ افسوس اہل بیت بنوی پر نثار کے
 خرد جو شجاعت اسلام سے تعبیر کیا گیا۔ مگر جنگ حد میں جبکہ اسلام اور بانی اسلام کو مٹایا
 جا رہا تھا۔ اور یہ فرار ہو کر جبل احد کی گھاٹیاں تلاش کر رہے تھے۔ اسکو کیا کہیں گے۔ اسوقت
 وہ شجاعت کہاں گئی تھی۔ اہل بیت بنوی کا گلا گھونٹ کر میراث پیغمبر کو جو در حقیقت
 اہل بیت بنوی کا حق تھا۔ ضبطی کا حکم جاری کر کے شجاعان اسلام بنے۔ اگر جناب
 سیدہ نے اجلاس حضرت ابو بکر میں عموماً تمام میراث پدری اور خصوصاً قرینہ فدک
 عذر کیا تھی کہ انبیاء میراث صدقہ ہوتی ہے۔ دعویٰ خارج کر دیا۔ اس پر جناب
 صدیق نے فرمایا کیا تمہاری میراث کی وارث تمہاری اولاد نہیں۔ اسکا کیا سبب

میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ آخر مجبور ہو کر نابینہ سے ثبوت طلب کیا کہ جس کی وجہ سے
تم قرۃ فک کو عطیہ رسول قرار دیتی ہو۔ پیش کرو۔ جناب صدیقہ نے نوشتہ پیغمبر و اجداد اپنے
والد بزرگوار کا مہر شدہ پیش کیا۔ حاشیدہ کے گواہ طلب کئے۔ حضرت امام امین پیغمبر و اجداد کی
دایہ حضرت علی اور حسنین علیہم السلام تھے۔ حضرت ابوبکر نے جناب صدیقہ کو قبضہ ڈگری
لکھ دیا۔ مگر حضرت عمر نے یہ کہہ کر اس تحریر کو چاک کر دیا کہ گھر کے لوگوں کی شہادت قابلِ سماعت نہیں
من بعد حضرت علی نے فرمایا اگر میں حاضرین کی ملک کو اپنی قرار دیکر تمہارے یہاں دعویٰ کروں
تو کیا کرو گے حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں تم سے گواہ طلب کروں گا۔ حضرت علی نے کہا
اے گواہ کیوں نہیں طلب کرو گے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کہ وہ ملک ان کے قبضہ میں ہے
اور اسپر متصرف ہیں۔ اس لئے ان سے شہادت کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی نے کہا۔ علی بڑا
فک حضرت صدیقہ کے قبضہ میں ہے۔ اور اس کا حاصل ثمرت میں کہتی ہے۔ اس نے
اسے گواہ لینا چاہئے۔ معنی دارد۔ صحیح ہے مقولہ

بگڑتی ہے بسوقت ظالم کی نیت۔۔۔ نہیں کام آتی دلیل اور حجت
واہ کیا خوب شجاعت کہ باب الاسلام توڑا جس کی داد کتب اہل سنت دے رہی ہیں۔
حضرت علی نے ثبوت کے لئے آیر میراث بھی پیش کیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ ایک چپ ہزار
حجتوں کو پست کر دیتی ہے۔ دیکھا یہ ہے وہ اجتہاد جس کو خطائی الاجتہاد سے تعبیر کیا
ہے جس کی آڑ میں اہل بیت نبوی کو شکار کیا۔ بے نہ معلوم اس وقت جامع حقراں
میراث کی آیتوں کے ترمیم کی فکر میں تھے۔ یا مسند پیغمبر پر لیٹ کر ستریں نکال رہے تھے
انہوں نے فک پر اپنے داماد اور وزیر مروان کو خامر طور پر قابض اور تصرف کیا تھا۔
دیکھا یہ ہے وہ سنیوں کا قرآن بیاض عثمانی کہ جس نے فک کا مستحق مروان کو بنایا

انسوس اس جیسے برگزیدہ صحابی نے بھی عنوان ثلاثہ کے مرغن لقموں کے میں اس وقت کوئی
 کبھی روایت نہ کی مگر وصعی روایتوں میں آپ نے خوب قلم توڑے ہیں۔ زید بن ارقم بھی
 صحابہ کرم میں سے ہیں۔ آپ نے بھی وضعی روایتیں خوشامد میں خوب بنائیں۔ موری کی
 ایٹ منڈیر پر چڑھائیں۔ اور سرکہ کر بلا میں جب سید شباب الجنۃ کو ٹھیکہ کر کے دربار یزید
 میں بیل بیت دی کہ بکری تری بچا رہی تھی۔ ان کو دیکھ کر آپ نے ذرا بھی لب کشائی نہ کی۔
 کیونکہ آپ تو تاشائی تھے۔ اور کیونکہ وہ اس بچارے کی خطا ہی کیا تھی۔ جب ابو یوب
 جیسے جلیل القدر انصاری مرغن لقموں کے لایح میں نہ بوئے۔ تو اور کون دم مار سکتا تھا
 انسوس تو ایسوی ہے کہ ان کی زبان سے کلمہ حق اہل بیت نبوی کے لئے نہ نکلا۔ تو
 اور دوسرے پر کیا مگلا ہے۔ ابو عبیدہ تو کلمہ حق اہل بیت نبوی کیلئے کیوں ہی کہنے لگے تھے
 کیونکہ دل تو آپ خلیفہ اول کے بیٹوئی تھے۔ رشتہ داری کا پاس ملحوظ تھا۔ پھر سید
 شکر اسلام ثلاثہ مقرر ہو گئے تھے۔ سفیف کی محنت کا ثمرہ ہاتھ آگیا تھا۔

ابو ہریرہ کا بھی اصحاب پیغمبر کی قطار میں شمار ہے۔ آپ نے بھی سفیف کے نتیجے کی اُمید پر وہ
 تیر چلائے کہ تا قیام زخم جاری رہیگا۔ مصنوعی روایتیں مرقع کر نہیں وہ حصہ لیا کہ اسلام
 کا نقشہ ہی بدل گیا۔ حق اور باطل میں اگر امتیاز غیر ممکن نہیں۔ تو مشکل ضرور ہو گیا۔
 انہی حضرت کی بدولت آج ایک اسلام میں بہت فرقہ نظر آ رہے ہیں۔ اور انہی کی مہربانیوں
 سے دوسندرا طالب نبوی خانہ نشین بن گئے تھے۔ اور آپ کی۔ وایتوں کا اثر واقعہ
 کر بلا پر بھی خوب پڑا ہے اور رگیوں ایسا نہ کرنا مسند خلافت کا مرکز کیسے بنتا۔

کاش اس وقت حضرت عائشہ اور حفصہ کی زبان سے ہی فاطمہ صدیقہ کیلئے کلمہ حق
 نکلتا۔ مگر کیونکہ یہ بچا رہا ایسی مجبور تھیں۔ جیسے دو پاٹو میں ایک چنا۔ اول تو

مجلس عام میں کیے جاسکتی تھیں کیونکہ حرم پیغمبر تھیں۔ دوسرے اگر کچھ کہتے تو والد کے خلاف ہو کر گھر کہاں بناتیں۔ مگر حضرت عائشہ نے علی کیساتھ جہاد کر نہیں خوب حق لیا ہے۔ آپ کی یہ شجاعت داد دینے کے قابل ہے۔ حضرت امیر معاویہ کا نام بھی صرف جلیل القدر اصحاب پیغمبر کی فہرست میں درج ہی نہیں۔ بلکہ آپ خلیفہ پنجم تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپ کے اسلامی کار نمایاں خاص کر قابل تذکرہ ہیں۔ اول تو شب و شتم اہل بیت نبوی پر آپ کی ایجاد ہے۔ پھر حضرت علی سے کامل چار سال برادرت پانچ سال جہاد کر کے اسلام ثلاثہ کو قائم رکھا پھر امام حسن کو مجبور کر کے خلافت سے مستعفی کر کے آپ خلیفہ بنے۔ اور بموجب شرائط ثلاثہ خلیفہ مقرر کردہ مسند خلافت پر بیٹھتے ہی بند کر دیا۔ وہ کیا خوب بند خلافت کو انجام دیا۔ آپ کی یہ شجاعت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آخر کار حضرت فاطمہ اپنے دعویٰ میں ناکام میاب ہو کر ناراض ہو کر واپس چلی گئیں۔ اور تازہ زندگی ترک کرکے کلام فرمایا افسوس یہ خدمت اسلام ہے۔ یا مخالفت اسلام۔ سچ ہے۔

مرزا بادرفی آید ز روئے اعتقاد بحق زبرا خورون دین پیرو داشتن۔

دیکھا یہ ہے اسلام ثلاثہ کی ابتدائی صورت جو ردینے کے قابل ہے۔ اور حکایت بیحد و لشکر اور ناگفتہ بہ ہے۔ کہ اسلام ناکفر کے مقتداؤں نے پیغمبر اسلام کے ناشناس لوگوں کو اپنا متوالا بنا کر دنیا کے شکار کرنے میں خود شکار ہو گئے۔ افسوس جو لوگ کل خان پیغمبر کے پس ماندہ ٹکڑوں کے کھانے والے تھے۔ وہی آج اہل بیت نبوی کے خلاف ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں ان بیچاروں کی خطای کیا ہے۔ صاف بات ہے مثل مشہور جس کے ہاتھ میں ڈون اس کا سب کوئی یہی ڈون کل علی کے ہاتھ میں تھی تا وفات پرافات پیغمبر رہا۔ ان کے صحن دل سے سٹائی تھے۔ وہی ڈون بعد حلت

پیر بیتِ پیغمبرِ حضرت شیخین کے ہاتھ میں ہے کہ جسکی وجہ سے عطیات کی امید پر خوشنما ہیں
 وضعی روایتیں کرتے کرتے لب خشک ہو جاتے ہیں آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ مسند
 خلائق کے پھولدار قالینوں اور نرم گدوں اور خوان ثلاثہ کے انواع اقسام کے لذیذ کھانوں
 کو چڑھ کر کون علی کا ساتھ دیکر واجب القتل بنے۔ کیونکہ نہ تو وصولِ جزیرہ کی توقع نہ جسکی
 سہارا نہ زکوٰۃ کی امید غرض آرزو و تمنا کے تمام ابواب بند پھر علی کا ساتھ دیکھئے۔ تو کس
 برتنے پر انکی سی کہئے۔ تو کس امید پر اگر علی کی حمایت کیجئے تو کہاٹے کیا۔ رہئے کہاں۔
 خلقِ خدا دشمن اور اصحابِ پیغمبر کی یہ کاروائی داد دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی الٹی
 گنگا پھاڑ پر چڑھائیں خواہ مسلم رہے یا منافق مگر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ شتابانہ
 کہئے ہاجرین اور انصار کو۔ واہ اسلام میں کیا نمونہ پیدا کیا۔ سقیفہ کی بیعت کو خوب
 نبھایا۔ اتفاق بھی ہو تو ایسی ہی ہو۔ حضرت عمر کے اس اعلان میں خوب غور کیا۔ جو
 بوقتِ خلافت حضرت ابوبکر مسیح نبوی میں کیا تھا۔ کہ اے مسلمانوں کل سقیفہ بنی ساء
 میں جو کچھ ہوا وہ تم کو معلوم ہے اور میں نے جو کچھ کیا اور کہا وہ کوئی آیت قرآنی نہ تھی
 کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا ہو اور نہ کوئی وصیت نبوی تھی۔ جو میں نے اس کو پورا
 کیا ہو۔ اور اس کے بعد حضرت ابوبکر نے یہ فرمایا کہ اگر میں سید ہا چلوں تو میری مدد کیجیو
 اور اگر ٹھہرا چلوں تو سید ہا کیجیو۔ اور چائی امانت ہے۔ اس لئے اس کا پابند رہنا
 پڑیگا۔ اور یہ دخیانت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور تم میں جو ضعیف ہے وہ
 میرے نزدیک قوی ہے۔ حتیٰ کہ میں اسکا حق واپس ولا دوں۔ اور قوی میرے نزدیک
 ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ میں مظلوم کا انتقام لیلوں۔ خوب اس اعلان کے شرانہ
 کو ملحوظ رکھا۔ افسوس حضرت ابوبکر کی ترویہ کے رد کی بذریعہ وحی معزولی اور

علی کا تقرر اور ختم غدیر پر حضرت عمرؓ کی علی کیلئے مبارکباد سکونت کی خوشی کسی کو بھی
یاد نہ رہی گنجی سنی اور اندھے بکاری۔

غور کرنا چاہئے کہ یہ اسباب کیوں ظہور میں آ رہے ہیں۔ یگانہ کیوں بیگانہ ہو رہے ہیں۔ صرف
اس لئے حق العباد کا پاس نہیں۔ دلوں میں خدا کا خوف نہیں۔ جس مال پر غلبہ کی اہمیت
دل کو روشن کر دیتی ہے۔ ایک دفعہ صدق دلی سے کلمہ توحید پڑھنے پر تمام معصیتوں سے
رہائی دلا کر فردوس بریں کا وارث بنا دیتی ہے۔ اسکے ماتے والوں کی حالت ایسی کیوں
ہو رہی ہے۔ یا اسی غصب کا نتیجہ ہے۔ یہی غصب انہوں کو بیگانہ اور احکام الہی سے منکر
بنا دیتا ہے۔ اب آہ قرآن جھوٹا قسم کھانے کیلئے رہ گیا۔ اور بس غصب کا لفظ تو بہت
چھوٹا سا ہے۔ صرف تین حرف ہیں۔ مگر اسکے شرار دنیا کے تمام آتش فشاں پہاڑوں سے
سبقت لیکئے۔ اس فتنہ اندوز لفظ نے بڑے بڑے موحّد و نکولب جہنم پہنچا دیا۔ اس کی
پریشانی نے دنیا کا چھوڑا نہ دین کا۔ خدا جانے اس میں کیا حلاوت ہے۔ جسکی خاطر قرآن مجید
کو چھوڑا پیغمبر ذوالجلال سے رشتہ توڑا۔ دنیا کو عاقبت پر تزیج دی۔ بہشت بھی دوزخ
خریدا۔ افسوس ہے آجکل کے مرید اپنے پیرونی نذر ہزاروں روپیہ کر دینے کو فخر جانتے ہیں
مگر حضرت شیخین نے اپنے پیچہ باب اہل بیت کی علاوہ نذر کے ان کا حق تلف کیا۔ اگر یہ خلافت
اس کے پیران طریقت سمجھ کر ہی حضرات شیخین فاطمہ صدیقہ کو فدک وغیرہ دیدیتے تو اگر گناہ ہوتا
تو حضرت صدیقہ کو ہوتا۔ کیونکہ سیدانی ہو کر صدقہ کہاتیں۔ اور صحابہ مبرا ہوتے۔ مگر حقیقت
صحابہ سے یہ ایسی نالایق حرکت ہوئی کہ جس سے دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔
کب بھلا جائز خلافت ہے وہ دین اللہ کی۔ جب نہ مانے اسکو بڑی خود رسول اللہ کی
کس طرح ابو بکر کی برحق خلافت جان لیں۔ فاطمہؓ خوش رہیں اور ہم خلیفہ مان لیں

جبکہ جرقہ تھی خلافت حضرت صدیق کی :۔ فاطمہ نے کیوں نہ اس کی عمر بھر تصدیق کی
 حدیث حضرت علی سے روایہ ہے کہ حضور سرور عالم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام
 کر دیا ہے اس شخص پر جو میری اہل بیت پر ظلم کرے یا اسے لڑے ۔ یا انکو لوٹے یا برا کہے ۔
 دیکھو ارجح المطالب ۔

حدیث زید بن ارقم سے مروی ہے کہ تحقیق پیغمبر و الجلال نے فرمایا ہے حضرت علی ۔ فاطمہ ۔ اور حسین
 علیہم السلام کے بارہ میں میری اس شخص سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے اور اس شخص سے
 صلح ہے جو اس سے صلح رکھے ۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ ۔

حدیث جمیع بن امیر سے مروی ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ کینہ مت میں گیا
 میں نے پوچھا کہ لوگوں میں کون زیادہ محبوب تھا حضور سرور عالم کو حضرت عائشہ نے فرمایا فاطمہ
 میں نے کہا نہیں مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا ۔ حضور سرور عالم کو فرمایا علی ۔ دیکھو
 مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی ۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اگر کوئی مابین رکن و قیام اپنے دونوں
 قدموں پر کھڑا ہو کر روزہ رکھے اور غارِ پڑتا رہے پھر اللہ تعالیٰ اسے جا ملے ۔ اگر وہ آلِ محمد سے
 بغض رکھتا ہے تو دوزخ میں داخل ہوگا ۔ دیکھو ارجح المطالب ۔

حدیث عبد اللہ بن جلی سے مروی ہے کہ تحقیق پیغمبر و الجلال نے فرمایا ہے کہ جو شخص آلِ محمد کی
 محبت پر مرا وہ شہید اور مغفور مرا ۔ پس جنت میں داخل ہوگا ۔ اور برور محشر اس کی پیشانی پر
 اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آیت ہوئی ہوگی ۔ اور جو شخص آلِ محمد کی بغض پر مرا وہ کافر مرا اور
 جنت کی بوتل نہیں سونگھے گا ۔ دیکھو ارجح المطالب ۔

حدیث تحقیق حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے ۔ پس

جس نے اسکو غصہ دلا دیا اس نے مجھے غصہ دلا دیا۔ اور جس نے مجھے غصہ دلا دیا اس نے اللہ تعالیٰ کو غصہ دلا دیا۔ پس جگہ اس کی جہنم ہے۔ اس حدیث کو صحیح بخاری نے صحیح سندت روا کیا ہے۔ اور امام سبکی نے اس حدیث سے دلیل بکڑی ہے۔ کہ جو حضرت فاطمہ کو غصہ دلا دے وہ کافر ہے دیکھو مناقب الفاطمیہ نیز بخاری۔

حدیث امام بیہقی اور ابن عدی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو شخص میرے اہل بیت کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے ایسا کرتا ہے یا تو وہ منافق ہے۔ یا زنا کی پیدائش سے ہے۔ یعنی حرامی ہے۔ یا اسکی ماں کو حیض کی حالت میں حمل رہا۔ کیونکہ حیض کا حمل بھی زنا میں شمار ہے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ حدیث تحقیق حضور مرور عالم نے فرمایا ہے کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا پس اس نے مجھے سلام کیا اور وہ آسمان سے اس سے پہلے کبھی نہیں اُترا۔ اس نے مجھے خوشخبری دی کہ بیشک حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اور بیشک فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔

اور اللہ تعالیٰ سورہ عمران میں فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ یعنی اللہ کے دین کی رسی سب ملکر مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ مت ڈالو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی قسم وہ اللہ کے دین کی رسی ہم اہل بیت بنوی ہیں۔ دیکھو صواعق محرقة۔ اور اللہ تعالیٰ سورہ فاتحہ میں فرماتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ یعنی اے اللہ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔

اور مسلم بن حیان سے مروی ہے۔ کہ میں نے بریدہ کو کہتے ہوئے سنا ہے صراط مستقیم سے محمد اور آل محمد کا طریقہ مراد ہے۔ دیکھو معالم التنزیل

حدیث عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْوَدْعَةَ فِي الْقُرْبَىٰ سورہ حم۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے میرے جیب کہہ دو ان لوگوں سے کہ میں تم سے احکام الہی پہنچانے کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر اہل بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپ کے اہل بیت کون ہیں کہ جنکی محبت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہلکے حکم دیا ہے آپ نے فرمایا علی۔ فاطمہ۔ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔ معجم کبیر۔

اور امام بیہقی۔ لغوی اور لعام شافعی نے تفسیر فرمائی ہے۔ یا اھل بیت رسول اللہ حبکم۔ فرض من اللہ فی القرآن انزلکم یفیکم من عظیم الفخر انکم من لم یصل علیکم لا صلوا لہ۔ یعنی اہل بیت نبوی تمہاری محبت کو فرض کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل شدہ میں۔ اور کافی ہے یہ فخر تمہارے مرتبہ کی بڑائی کا۔ اور جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی و آلہ الذین آمنوا صلوا علیہ وسلم و تسلیما دیکھو سورہ احزاب۔ اللہ اور فرشتہ درود بھیجتے ہیں نبی پر اور اسے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو نبی پر۔

حدیث کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ جب آہ درود نازل ہوئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر کس طرح درود اور سلام بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسی تو نے رحمت بھیجی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر تحقیق اللہ بزرگ ہے دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر دم بریدہ اور بے برکت درود میت پڑھا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ دم بریدہ اور بے برکت سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا

مجھ پر درود پڑھا اور میرے اہل بیت کو شامل نہ کرو۔ تو ایسا درود دوم بریدہ اور بے برکت
بلکہ ناقص ہے اور یوں پڑھا کرو۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد ویکھو مناقب الفاطمیہ۔
حدیث پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ جو درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔
حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
تم میں میرے اہل بیت مثل سفینہ نوح ہیں۔ جو ان کی قوم کے لئے تھی۔ جو اسپر ہوا
ہوا نجات پائیا۔ اور جو مخالف ہوا غرق ہوا۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث جابر سے مروی ہے کہ تحقیق فرمایا ہے حضور سرور عالم نے اسے لوگوں میں تم میں
دو چیز چھوڑنا ہوں۔ اگر تم ان کو پکڑ لو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ اللہ
کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔ نیز ترمذی نے اس حدیث
کو بسند حسن روایت کیا ہے۔ غور فرماتے کہ آل محمد کو جو شرف قدرتی طور پر حاصل ہے
اس کا انکار سوائے منکر اسلام کوئی مسلمان ہرگز نہیں کر سکتا۔ بالاتفاق آیہ مباہلہ سے
آل محمد کی پیغمبر خدا سے خصوصیت اور آیہ تطہیر سے عصمت اور آیہ درود سے عظمت اور
آیہ مودۃ سے آل محمد کی محبت کا وجوب حدیث ثقلین سے اقتدا و اتباع فرض عین ہے
اب کوئی صادق مسلمان خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہے کہ بعد پیغمبر خدا افضل البشر آل محمد
ہیں یا حضرت ابوبکر۔ ورنہ یوں تو ہر شخص آزاد ہے۔ جس کا جو مل چاہے کہے یا کہے۔
اور درجہ امامت اللہ تعالیٰ کی ایسی بے بہا دولت عظیم ہے۔ کہ جس کے لئے عزت
شیخین تو کیا ملائکہ بھی کف افسوس ملتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھی غیر شائق
سمجھ کر انہیں لوگوں کو کہ جن کا حق ہے روز ازل میں ہی اس شرف سے مشرف کر چکا۔
اب جس کا دل چاہے مدعی امامت بنکر اپنی کثرت اور کتب کا ثبوت دیا کرے۔

ایسا فرمانا بعید از قیاس ہے کیونکہ اگر انبیاء سابقین اپنے ترکہ پدری سے یا انکی اولاد انکے ترکہ سے اس حدیث کے مطابق محروم کئے جاتے تو مان لیا جاتا۔ پھر اگر انبیاء کی میراث صدقہ ہوتی ہے تو حضرت فاطمہ ہرگز اپنے والد پیغمبر خدا کی میراث کا دعویٰ نہ کرتیں۔ کیونکہ حضور کا مقدس مقولہ ہے کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے۔ اسید وجہ سے حضور سرور عالم نے امام حسین کے حلق میں انگلی سے ایک چھوہارا نکال دیا تھا۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ

پھر اگر حضرت فاطمہ اپنے والد پیغمبر کی میراث کی وارث نہیں تو حضرت ابوبکر کو جسے قانون کی رو سے پیغمبر خدا کی میراث کے وارث قرار پاتے ہیں۔ شرعی یا رواجی۔ اگر کسی سلامی یا غیر سلامی قانون کی رو سے داماد کی میراث کا وارث خسر ہو سکتا ہے۔ تو نظیر پیش کرو۔ اگر یہ حدیث وضعی ہے تو پھر کیوں حقوق اہل بیت نبوی کو غصب کیا اگر وضعی نہیں تو نص کے خلاف کیوں ہے پس دونوں صورتوں میں جناب مدوح ملزم قرار پاتے ہیں واہ کیا خوب حسبن کتاب اللہ کی تصدیق ہے۔ اسمیں غور طلب مریہ ہے کہ امین صادق پیغمبر والجلال کی بیٹی جنکو آپ نے صدیقہ اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ فرمایا ہے اجلاس حضرت ابوبکر میں دعویٰ ترکہ پدری پر گواہ طلب کرنا پھر اہل بیت پیغمبر کی شہادت پر دعویٰ جناب صدیقہ خارج کر دینا کوئی صادق مسلمان اپنے ایمان سے کہہ دے کہ فریقین میں کون حق بجانب تھا۔ اگر جناب مدوح کو صدیق مانا جائے تو کمر عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر جناب صدیقہ کو مدعیہ صادق قرار دیتے ہیں تو جناب مدوح کی قلعی کھلتی ہے۔ حالانکہ جناب صدیقہ نے اپنے استحقاق وراثت کو بار بار جتایا۔ کہ دیکھو کل کی بات ہے۔ ابھی تو پیغمبر خدا کا کفن بھی میلانہیں ہوا۔ جو حقوق اہل بیت نبوی غصب کرنے لگے۔ مگر اسکا جواب جس مکان کے دروازہ پر ملائکہ مقربین تسلیم خم کر کے زانوئے ادب جھکاتے تھے اور ملکینوں سے کلام میں سبقت کرنا گستاخی جانتے تھے اس مکان

کو آتشزدائی کی دھمکی دینا۔ اس مکان کے مالکین حضرت علی فاطمہ اور حسین علیہم السلام تھے
 دیکھو ملل و بخل۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت کو ایسے مجتہدوں کے حال پر کرے جو لکھے نہ پڑھے اور نہ
 رکھنا یا محمد فاضل جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو اجتہاد سے تعبیر کر کے بندگان
 خدا کے حقوق ہضم کر کے ڈکارتک نہیں لیتے۔ کیا ایسے ہی مجتہدوں کو افضل البشر
 کہتے ہیں۔ اور کیوں نہیں۔ اندھوں میں کاناسر دار ہوتا ہی ہے۔ ان پر یہ خواہ
 جانیں یا جانیں اہل بیت کو پہچانیں یا نہ پہچانیں مگر قرآن بغل میں دبا کر دراز ریش عالم بن کر
 اپنی دال چپاتی کا ڈھنگ خوب بنا رکھا ہے۔ علم والوں کو پوچھتا ہی کون ہے۔ اگر علم
 کے قدردان ہوتے تو اہل بیت نبوی کی اقتدار کے فلان عاقبت حاصل کرتے

وہ مکان جس کا فرشتہ نذیر ہو واجب احترام ہے۔ وہ مکان وحی ذرا آتی رہے جس میں امام

وہ مکان نازل ہو قرآن جس میں صبح و شام ہے۔ وہ مکان جہاں اللہ خود اپنا پیام

وہ مکان جو محمد رب ہو زمانہ کے لئے ہے۔ آئیں اصحاب نبی اس کو جلانے کیلئے

ظریف احمد۔ حدیث کی صداقت کی کیا دلیل ہے۔

احمد حسن۔ جو حدیث قرآن مجید کے مطلب پر دلالت کرے وہی صادق ہے ورنہ کاذب

ظریف احمد۔ حضرت فاطمہ اپنے والد کی تمام میراث کی وارث تھیں۔ تو خاص کر فدک

کی کیوں مدعیہ نہیں۔

احمد حسن۔ فدک خیمہ کے ملحق ایک موضع تھا۔ اہل فدک نے اسلامی فتوحات اور

یہودی ہزیمت دیکھی تو خوف کہا کر قبل اس کے کہ ان پر چڑھائی کی جائے انہوں نے باپ

شرط صلح کا پیغام بھیجا کہ نصف اراضی فدک پیغمبر خدا کو دیدیں۔ اور نصف کے ہم

مالک رہیں۔ چنانچہ اپنے اس شرط کو منظور فرمایا۔ اور اہل فدک اپنے نصف حصہ پر

مالکانہ اور نصف حصہ پرستار بنکر قابض رہے۔ اب چونکہ قریہ فک بغیر فوج کشتی بغیر خدا
 کے ہاتھ آیا اس لئے آپ کا بغیر شرکت خالص ملکیت تھا۔ پس جبریل نازل ہوئے اور
 آیہ کریمہ وات ذا القرنین حصہ لائے۔ تو بغیر خدا نے فرمایا اسے اخی جبریل میرے ذا القرنین کون
 اور ان کا کیا حق ہے۔ جبریل نے جواب دیا کہ آپ کے ذا القرنین جناب فاطمہ اور حق الکافہ
 ہے۔ پس آپ نے جناب فاطمہ کو مرمت فرمایا اور ہڈ کر دیا۔ چنانچہ اس وقت وہ معصومہ
 قابض اور متصرف ہوئیں۔ اس وجہ سے خاص کر فک کا آپ نے دعویٰ کیا۔ اور قریہ فک
 کی سالانہ آمدنی چار ہزار درہم طلائی تھے۔ اور ایک درہم طلائی دس روپیہ کے برابر ہوتا تھا
 پس بحساب سکہ مروج افگریری چالیس ہزار روپیہ ہوئے۔ دیکھو معارج النبوت
 مگر مخالفین جناب سیدہ فک کو خفیف قرار دیکر کہتے ہیں۔ کہ فک تھا ہی کیا چند کھجور
 کے درخت تھے۔ کہ جن کی سالانہ آمدنی چودہ آنہ سے زیادہ نہ تھی۔ اگر بالفرض مان لیا
 کہ فک کی آمدنی صرف چودہ آنہ سالانہ تھی۔ تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ حضرت
 شیخین نے ایسی فلیل شے کو ضبط کر کے تا قیام قیامت اپنے اوپر الزام رکھ لیا۔
 پھر اگر فک کوئی علاقہ نہ تھا۔ صرف چند کھجور کے درختوں کا ایک مختصر باغ تھا۔ تو
 عمر بن عبد العزیز کے وقت تک اس کا قایم رہنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسکو خلیفہ گرامی
 نے آل محمد کو واپس کر دیا تھا۔ پھر منقول نے فک چھین کر اپنے حجام کو دیا۔ ہرگز یہ امر قرین
 قیاس نہیں۔ کہ منقول نے اپنے حجام کو صرف چودہ آنہ آمدنی کی جگہ بخشش کی ہو۔
 کیونکہ فک دار السلطنت بغداد سے ۲ ماہ کی راہ پر واقع ہے۔ پس ظاہر ہے ایسا
 دینا نہ دینا برابر ہے۔ پھر یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ حجام نے اتنی قلیل آمدنی کی جگہ جو
 فاصلہ دراز پر واقع ہو قبول کیا ہو۔ اور اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ خلفاء بنی عباس

متمول ترین مسلمان بن مائے تھے۔ لکھو کھارو پیہ مقتضائے نفسانیت سے اپنے ہوا
 واسیوں کو دے ڈالتے تھے۔ پس ایسی قلیل آمدنی کی جگہ اپنے معتد حجام کو دیکر یہ دولت
 گوارائی ہوگی۔ الغرض معارج النبوة کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور وہ جگہ آمدنی
 کے اعتبار سے معقول حدیت رکھتی تھی۔ ابن عباس اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ
 پیغمبر خدا انعام بنی عبدالمطلب کو مال فدک تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

غور فرمائے کہ مشرکان قریش اور بعض یہودی بچوں نے داخل اسلام ہو کر اپنی اپنی
 جاگیروں کی ضبطی اور نقصان جلاوطنیوں اور قصاص مقتولین وغیرہ کا بدلہ اکثر
 احادیث و نفع کر کے لیا اور خلافت کا عروج دیکھ کر اہل بیت نبوی کی عزت پر خوب
 نوب ہاتھ صاف کئے۔ جس طرح قابو ملا اذیت پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اور
 چونکہ دورانہ پیش دشمنوں نے دولت خرچ کر کے اپنے فضائل پہلے ہی بنوا رکھے تھے
 پس کوتاہ بین لوگوں نے اسی کو حق سمجھ لیا۔ اسی طرح ان کی نسلوں نے پس صدیوں
 کی بات کو سوں کے واقعات کون سمجھے کسکو سچ کسکو جھوٹ بتائے۔ کون تحقیق
 کی مصیبت اٹھائے۔ مذمت اہل بیت کے قصص پرانے ہو کر خردایمان بن گئے۔
 ان پر بڑی بڑی عمارتیں قائم ہو چکیں۔ انکی تفضیحات کی تعلیم کی اشاعت کے لئے
 مدارس جاری ہیں۔ بڑی بڑی تنخواہوں پر مولوی صاحبان نوکر ہیں۔ فی الحقیقت
 ایسی حق گوئی کی حماقت شیعہوں ہی کے سرمنڈ ہی رہنے دو۔ اگلے جو ڈگر چل گئے انہی
 کے پیچھے چلے چلو۔ عذاب ثواب ان کی گردن پر ہے۔ مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت
 میں اپنے حلوے مانڈیے کام رکھو۔ اللہ بس باقی ہو س۔

طریف احمد۔ جب کہ حضرت علی شجاعان عرب مشہور تھے۔ تو اپنے حقوق اصحاب

ثلاثہ سے بڑے شمشیر کیوں نہ حاصل کئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کے نزدیک اصحاب ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔

احمد حسن۔ قبل از رحلت پیغمبر نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ میرے بعد اپنے مخالفین سے تلوار میں کھینچنا تاکہ اسلام جو اس وقت ابتدائی حالت میں تھا۔ برباد نہ ہو جائے غور فرمائیے کہ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر بیقات میں تشریف لے گئے اور اپنے بھائی ہارون کو اپنا جانشین بنا گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کے خلاف ہو کر گنو سال پرستی اختیار کی تو حضرت ہارون نے جہاد بالسیف سے سکوت کیا مگر جہاد باللسان ضرور کرتے رہے۔ حالانکہ حضرت ہارون بنی تھے۔ اور توریت کی رو سے اپنی جہاد بالسیف نہ بائز بھی تھا پس حضرت علی کا جہاد بالسیف نہ کرنا اس مصلحت پر مبنی تھا اگر حضرت ہارون بنی اسرائیل کی خلاف جہاد کرتے تو دین موسوی ہرگز قائم نہ رہتا۔ علیؑ اگر حضرت علیؑ اصحاب ثلاثہ کی خلاف جہاد کرتے تو دین محمدی ضرور صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔ اور بنی اسرائیل کا گنو سال پرستی اختیار کرنا اور اہل مدینہ کا امام برحق سے موہ نہ موڑ کر اپنا خلیفہ بنا لینا یہ دونوں امر آپس میں بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ دیکھو انوار نعمانیہ۔

اور جہاد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں علمائے فریقین سب بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے۔ دیکھو بخاری جلد سویم حدیث حضرت علی سے مروی ہے کہ مجھ سے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یا علی جب لوگ دنیا سے رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے اور لوگوں کی میراث کہا جائے اور دین کو خرابی میں ڈالیں گے۔ اور اللہ کا مال لوٹیں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں انکو چھوڑ دوں گا۔ اور جو وہ اختیار کریں گے اسکو ترک کر دوں گا۔ اور اللہ

اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کر لوں گا۔ اور مصیبتوں پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ
میں انشاء اللہ آپ سے ملاقات کروں۔ حضور نے فرمایا سچ کہا تو نے اور آپ نے دعا فرمائی۔
کہ اے اللہ علی کو استقلال دیجئے۔ دیکھو تاریخ المطالب۔

چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا تو
جانتی ہے کہ میں امر خلافت میں مشغول ہوں۔ اس لئے بیت المال سے اپنے اہل و عیال
کو کھانے کو دوں گا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔

ابن سعد سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر کی دو ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ
میرا کنبہ زیادہ ہے۔ اس تنخواہ پر میرا گذر اوقات نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کی تنخواہ ڈھائی ہزار
درہم مقرر ہوئی۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔

ابن سعد حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب میں فقیر ہو جاتا تھا تو بیت المال سے
قرض لے لیا کرتا تھا۔ اور بعض دفعہ داروغہ بیت المال آپ پر تقاضا کرتا اور آپ تنگ
دستی کی وجہ سے ادا نہ کر سکتے۔ تو داروغہ بیت المال مجھے الزم دیا کرتا تو آپ حیلہ حوالہ
کرتے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء۔ اور عمر بن عباس و معاویہ بن ابوسفیان نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس دن پر لعنت کرے جس دن مجھے عمر ابن خطاب کا محکوم ہونا پڑے۔ خدا کی قسم میں نے
خود عمر اور اسکے باپ خطاب کو دیکھا ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کے اوپر فطران
ٹاٹ کی چادر ہوتی تھی۔ جو ان دونوں کو صرف گھٹنوں تک ڈنکنی تھی۔ اور دونوں
کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا دھرا رہتا تھا۔ حالانکہ میرا باپ عباس بن وائل قیمتی لباس
پہنا کرتا تھا۔ دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۱۸۳ ختم حاشیہ کے اوپر دیکھو
ابتداء میں۔ نیز اسماء بنت ابو بکر نے قاسم بن محمد بن ابو بکر سے کہا مجھے اپنی بہن عائشہ

کے ترکہ میں غائبہ میں کچھ جائداد ہاتھ آئی ہے۔ مجھے معاویہ اس کے عیوض ایک لاکھ روپیہ دیتے مگر میں نہیں بھیجی۔ یہ جائداد تم لے لو۔ صحیح بخاری کتاب الہبہ

اور حضرت عثمان کا چچا حکم فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر اس پیغمبر خدا کے ساتھ غداری کی تھی اس لئے آپ نے اسکو جلا وطن کر دیا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے خلیفہ ہونے ہی اس کو وطن بلالیا۔ اور خزانہ عامرہ سے ایک لاکھ روپیہ بخش دئے اور اسکے بیٹے مروان کو اپنا داماد بنا کر اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور خلافت کی مہر اسکے حوالہ کر دی اور عین عاص کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے اپنے سوتیلے بھائی عبداللہ کو اسکی جگہ مقرر کیا اور عبداللہ بن سعد کچھ دن کا تب و جی رہا تھا۔ مگر اس نے شرارت شروع کی کہ وحی لکھنے میں اپنا دخل دینا شروع کیا۔ اور کم و بیشی کرنی لگا۔ اس کی یہ شرارت فی الفو ظاہر ہو گئی وہ سزا کے خوف سے مکہ بھاگ گیا۔ فتح مکہ پر حضور اسکے قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ مگر حضرت عثمان کی سفارش سے اس کی جان بخشی کی گئی۔ حضرت عثمان نے اپنے ایک ور بھائی جسکا نام ولید بن عقبہ تھا جس کے باپ عقبہ نے ابتدائے اسلام میں پیغمبر خدا کا کلا گھونٹ لگا کر آپ کو اودھ موا کر دیا تھا۔ اور جسکا چال چلن بھی مشتبه تھا کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور حضرت عثمان کے چچے بھائی امیر معاویہ جو جس نے حضرت علی سے کامل چار سال بروایت پانچ سال خوب جنگ کئے۔ شام کا گورنر خلیفہ ثانی نے ہی مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت عثمان خلافت کے متحمل اس لئے نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آپ ضعیف العمر تھے اور دنیاوی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں پڑ گئے تھے۔ کیونکہ آپ بڑے جاہ طلب پکے دنیا دار تھے۔ دیکھو تاریخ الاسلام جلد چہارم چنانچہ علامہ تھعرازی نے شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ اصحاب پیغمبر خدا اور بعض کی وجہ سے درست راستہ سے

پھر گئے اور عرب حکومت کے لئے آپ میں تنازع کیا۔ ابن عباس منقول ہے کہ میں خلافت
 ثانی میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ علی کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں
 میں نے کہا وہ اہل بیت پر ایک بارغ میں پانی بھرتے ہیں۔ اور تلاوت قرآن مجید کرتے جاتے ہیں
 حضرت عمر نے کہا یہ کہو کیا علی کے دل میں دعائے خلافت اب بھی ہے۔ میں نے کہا کہ وہاں
 اور میں اپنے باپ سے بھی یہی بات دریافت کی تو انہوں نے کہا علی کا دعویٰ سچا ہے۔
 حضرت نے کہا کہ قسم خدا کی پیغمبر خدا کو مرض الموت میں علی کے نام کی صراحت کر دینے سے
 میں مانع ہوا۔ دیکھو تاریخ بغداد۔ تاریخ اسلام جلد چہارم میں یہ مسطور ہے کہ درحقیقت
 سزاوار خلافت علی ہی تھے۔ کیونکہ آپ بڑے حلیم اور بردبار صلح کالی و رامن پسند تھے
 شجاعت اور مردانگی آپ کے رنگ و ریشہ میں پوشیدہ تھی۔ اور روحانی علوم و حکمت اور
 فلسفہ اسلام میں ممتاز تھے۔ دنیوی جاہ جلال اور شان و شوکت کی آپ کے دل میں فرا
 بھی محبت نہ تھی۔ اور آپ پیغمبر خدا کے چچا زاد بھائی اور شریف ترین قبیلہ بنی ہاشم سے تھے
 اور آپ کے والدین دونوں ہاشمی النسب تھے۔ اور آپ پیغمبر خدا کی کنار عاطفت و شفقت میں
 ابتداء سے رہ کر آپ تعلیم و تربیت اور دائمی فیضان صحبت سے ظاہری اور باطنی
 کمال حاصل کئے۔ گویا آپ نے زمانہ جاہلیت پایا ہی نہیں۔ اور یہ خصوصیت بخیر علی کسی
 کو بھی حاصل نہیں۔ حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا
 ہے کہ علی مثل کعبہ ہے اس کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور اس کا حج فرض ہے۔ دیکھو واج
 ارج المطالب۔ حدیث ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے یا علی
 تو بمنزلہ کعبہ ہے۔ چاہئے لوگ تیرے پاس آئیں نہ کہ تو لوگوں کے پاس جائے۔
 پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر خلافت کو تیرے سپرد کریں تو قبول کیجیو نہ آئیں تو ان

کے پاس امت جائیو حتیٰ کہ وہ تیرے پاس خود آئیں۔ دیکھو ارج المہالب۔

ابو ہریرہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ علیؑ میں تین فضیلت ایسی ہیں اگر مجھے ان میں سے ایک بھی ہوتی تو میرے نزدیک تمام دنیا سے محبوب ہوتی لوگوں نے سوال کیا وہ کیا ہیں تو جواب دیا کہ اول تو پیغمبر خدا نے اپنی مقدس بیٹی فاطمہ سے انکا نکاح کیا دوسرے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور وہاں جو کچھ ان دونوں کو جائز ہے وہ مجھے نہیں تبصرے جنگ خیبر میں اپنا جہنڈہ ان کو عطا کیا دیکھو تاریخ الخلفاء

غور فرمائیے کون سلیم المزاج اس بیت المال کو بیت المال کہہ سکتا ہے۔ بلکہ یہاں تو بروایت ابن سعد مالکانہ تصرف اور بروایت تاریخ اسلام ناجائز تصرف ثابت ہے کہ افضل مستحقین کو چھوڑ کر مفضول غیر مستحقین کو دیا۔ افسوس عوام تو مزے اڑائیں اور اہل بیت پیغمبرؐ مزدوری پر اوقات بسر کریں۔ خفیہ الاوقات لوگ بڑے عہدوں اور عطیہ کے مستحق مگر اہل بیت پیغمبرؐ کو چہر اس تک بھی میسر نہ ہو۔ باب کا کلمہ پڑھیں مگر بیٹی کی خلاف غضب کے کہ بیٹی کو باپ کی امت سے ایک بھی گواہ صادق میسر نہ ہو۔ تاکہ کوئی یہ کہہ دے کہ قرینہ فدک حضرت فاطمہ کا حق ہے۔ اور یہ حضرت عمر کی لاجواب پولیٹیکل قابلیت کا نتیجہ ہے۔ آپ یہ سمجھ کر اگر چل گیا تیرور نہ لگا۔ حضرت ابو بکرؓ ایک سن رسیدہ شخص کو خلیفہ بنانے کی تجویز اس غرض سے نکالی کہ اگر کامیابی ہو گئی تو لامحالہ تیری طرف خلافت منتقل ہو جائیگی اور اگر نا کامیابی ہو تو یہ حماقت اور ذلت اس بڑے کے سر نہ ٹہری جائیگی۔ بالآخر آپ کو کامیابی ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ کے پردہ میں آپ خلیفہ بن بیٹھے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں پورا اختیار حاصل نہ تھا۔ اگر پورا اختیار ہوتا تو حضرت عمر کو فیصلہ فدک حضرت ابو بکرؓ کا تحریر شدہ چاک کرنے کی ہرگز جرات نہ ہوتی

الغرض اپنے اپنے مخالفانہ جذبات کو پورا کیا حتیٰ کہ اپنے بعد بھی حضرت علی کو خلیفہ نہ ہونے دیا۔
 اور ایسی پارٹی قائم کی کہ جس سے حضرت عثمان کو خلیفہ قرار دیا۔ اور اسلام میں ایسی سیخوئی
 اور بے اعتدالیاں پیدا ہوئیں کہ جن سے شیرازہ اسلام منتشر ہو گیا۔ اور انہی بے اعتدالیوں
 پر حاشیہ چڑھانے کیلئے ان کے مقلدین خلفاء بنی عباس نے اشاعت تعلیم کو بغرض
 ترقی مذہب اہل سنت علمائے اہل سنت کے ایمان سے ہمیشہ بند رکھا۔ اور ایک پاؤ پارہ
 قرآن مجید جو صرف نماز کے لئے کافی ہو اس سے زیادہ پڑھنے کی عام طور پر اس لئے اجازت
 نہ تھی کہ عام لوگ تعلیم حاصل کر کے شیعیان اہل بیت پیغمبر میں داخل نہ ہو جائیں۔ انہوں نے
 لوگوں کو ہمیشہ جاہل بنا کر ان کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی اور جب انکی حکومت معدوم ہو گئی
 اب عوام کو دین حق سے دور کرنے کیلئے وعظ کا یہ جزو اعظم قرار دے رکھا ہے۔ کہ شیعوں کی
 مجلس میں جانا جائز نہ ہے۔ تعزیر دیکھنا بدعت حتیٰ کہ مستورات کو تعزیر دیکھنے سے نکاح
 فسخ الغرض۔ شیعوں کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ پس ایسی صورت میں ظاہر ہے
 کہ ان کی نسل والد لہ نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی درست ہے شیعوں کی بات کیسے قابل اعتبار
 ہو سکتی ہے۔ جب حضرات شیخین نے معاملہ فدک میں حضرت علی اور ام ایمن سرور عالم
 کی دایا اور حسنین علیہم السلام کی شہادت تسلیم نہیں کی۔ تو پھر عام شیعوں کی
 شہادت کیسے قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ الغرض جرم ارتداد کے فتوے جبر کر لفاق
 کی خم ریزی کی جاتی ہے۔ کہ جس سے بیچارے عام سنی شتر بے مہار کی طرح آوارہ بنادے
 مگر واہ رے مذہب حقہ کہ جس کی رکاوٹ اور بھی اس کے چاروں طرف پھوٹ رہی ہے
 کا سبب ہوتی ہے۔ باوجود اس ممانعت کے ہر جگہ سنی شیعہ ہوتے جاتے ہیں مگر محقق
 شیعہ سنی نہیں ہو سکتا۔ تجربہ شاہد ہے۔

ظریف احمد۔ حضرات اہل سنت اسلام جناب ابوطالب کے قابل نہیں۔ دیکھو بخاری
 احمد حسن۔ پیغمبر یا امام کا باپ ہرگز منکر اسلام نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت ابراہیم کا چچا آذر
 عوام میں بے شمار ہے یہ غلط ہے بلکہ آپکا والد تاریخ تھا۔ اور وہ آپ پر ایمان لا چکا تھا۔ علی ہذا
 پیغمبر خدا کے والد حضرت عبداللہ اپنے آبائی مذہب ملت ابراہیمی کے موحد مسلمان تھے۔ کیونکہ
 آپ پیغمبر خدا کے بعث نبوت پیشتر انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ جناب ابوطالب کے اسلام کی
 نسبت ثقۃ الحفاظ میں عبد السلام بن محمد بن حسن لکھتے ہیں۔ اتفق ائمتہ اہل بیت ان آبا
 طالب کان مسلماً خلاف اہل البیت فی اسلامیہ۔ یعنی ائمتہ اہل بیت علیہم السلام اس بات
 پر متفق ہیں کہ جناب ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ان کے اسلام میں اہلبیت کی خلاف رویہ
 معتبر نہیں اور انسان العیون میں علامہ علی بن ہبان دین الشافعی لکھتے ہیں۔ اور مقاتل سے
 روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے اپنی وفات کی وقت بنی ہاشم کو وصیت کی کہ اے
 گروہ بنی ہاشم تم محمد رسول اللہ کی اطاعت کرو اور اسکو سچا جانو۔ ہدایت پکڑو گے رستہ گامی
 پاؤ گے۔ اور اس روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں بھی لکھا ہے۔
 ابن عساکر اپنی تاریخ میں جناب ابوطالب کے اسلام پر صاف طور پر قائل ہوئے ہیں۔ خود جناب
 ابوطالب کے چند اشعار لکھے ہیں کہ جن سے انکا اسلام لانا ثابت ہے چنانچہ ان اشعار کا مطلب
 یہ ہے یعنی ہدایت کی تو نے مجھ کو اور میں نے سمجھ لیا کہ اے محمد تو سچا ہے اور بیشک تو نے سچ کہا
 ہے۔ اور تو پہلے ہی سے امین ہے۔ اور جان لیا میں نے کہ دین محمدی تمام خلقت کے دینوں
 سے بہتر ہے۔ اور جب پیغمبر خدا کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔
 تو جناب ابوطالب جناب پیغمبر خدا کے کفیل حال ہوئے۔ اصحابہ فی تمیز الصحابہ میں علامہ ابن حجر
 لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے پیغمبر خدا پر جان و مال قربان کر دی اور کفار قریش کے مخالف

ہمدردی کے قائل ہیں۔ غور فرمائے کیا جناب ابوطالب کے اقوال اور افعال مسلمان کے مانند ہیں
 یا کافر کے۔ افسوس پیغمبر خدا کی حفاظت اور نفرت کرنا ابوطالب کو کافر قرار دیا جائے اور
 جو حضرات بانی اسلام کو نرغہ کفار میں چھوڑ چھوڑ کر بار بار میدان جنگ سے فرار ہو جائیں۔
 جیسے حضرات ثلاثہ کافرانہ جنگ احد اور جنگ حنین میں جو جناب مدوح کی عادت فرار
 عدم کارگزاری سے تعلق رکھتی ہیں۔ مسلمان کامل رہیں حتیٰ کہ پیغمبر خدا کے خلیفہ اور
 اسلامی دنیا کے امام مانے جائیں۔ اگر اہل سنت کے حق و ناحق کی یہی تمیز ہے تو ایسے
 کوسات سلام بلکہ سات ہزار سلام اور جناب ابوطالب کی پیغمبر خدا سے ہمدردی اور جان
 نثاری آپ کے اس مقولہ سے کہ ہدایت کی تو نے مجھ کو اور میں نے سمجھ لیا کہ اے محمد تو
 سچا ہے۔ اور تو پہلے ہی سے امین ہے اور جان لیا میں نے کہ دین محمدی تمام خلقت
 کے دینوں سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابوبکر کا جنگ حد میں یہ مقولہ کہ یہ تحقیق محمد تو
 مارے گئے اے لوگو تم اپنے سابق مذہب کی طرف عود کر جاؤ اور حضرت عمر کے اس قول
 سے مبالغہ حد تک کیوت کہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بڑا شکر ہوا کبھی اس قدر نہیں
 ہوا تھا مقابلہ کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ کون سا قول مقرر اسلام کا ہے اور کون سا منکر
 اسلام کا اور بخاری کی حدیث کہ ابوطالب کا فرمے سراسر جماعت بنی امیہ کی وضع کردہ
 ہے۔ غرض یہ کہ ایسی سب سے روایت پر تکیہ کر کے جناب ابوطالب کو کافر قرار دیتے
 ہیں۔ اور حضرات شیخین کے قبول اسلام کو بالاتفاق تصدیق بالقلب کی بنا پر ثابت کیا
 ہے۔ اور یہ اس لئے کیا اور کہا کہ حضرت علی کی فضیلت حضرات شیخین پر کسی پہلو ثابت
 نہ ہو سکے ظاہر ہے کہ حضرات شیخین کے باپ منبرت باسلام نہ ہوئے تھے۔ پس اگر ابوطالب
 مسلمان مانے جائینگے تو حضرات شیخین پر حضرت علی کو جہت پداری سے فضیلت امامت

حاصل ہو جائیگی۔ پس مصلحت یہی ہے کہ سب کے باپ کا فرم مطلق ہی سمجھے جائیں۔ پس ایسی
 صورت میں جناب ابوطالب کے کفر کی حدیثیں زکھری جاتیں تو کیا کیا جاتا۔ اور حدیثیں موضوع
 کر نیکیا بہت بڑا اہتمام حضرت ابیر معاویہ کے وقت میں تھا چودہ ہزار حدیثیں حضرت
 ابوبکر کی شان میں گھڑی گئیں اور اسکے خلاف اکثر حدیثیں در مذمت حضرت علی و وضع
 کی گئیں ہیں۔ کہ جو حضرت علی پر تبرے کی متقاضی ہیں۔ الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین۔
 ایک طرف حضرات شیخین کا یہ فعل امر قرطاس سرگرداں ہونا اور دوسری طرف ابوطالب کا بقول
 علامہ ابن عقیلانی جان و مال پر غیر خدایہ قربان کر دیا۔ دونوں جانبوں میں فرق کر نیسے خود
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ تصدیق بالقلب کس کی شان ہے اور تکذیب بالقلب کس کا دامن دانہ
 ابے یقیناً لبوہرہ خاموشی لگ جائیگی یا انصاف کو نظر انداز کر کے رفض کا فتوا جڑ کر اپنی
 لاعلمی کا ثبوت دینگے۔ اور حضرات شیخین کا تحلف از ہمیشہ اسامہ تصدیق بالقلب فریب
 یا بعید۔ اب تو یقیناً تصدیق بالقلب کا مضمون غار و خس کی طرح بحق کی دہار میں زیر زبر ہو گیا
 پس ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جناب معدوحین کا قبول اسلام محض منجم اور کاہن لوگوں کی
 اس پیشین گوئی کی بنا پر تھا۔ کہ نبی آخر الزماں پیدا ہونے والے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ پر مالک
 عرب روم و شام وغیرہ فتح ہو کر ان کے محکوم ہو جائیں گے اور علمائے یہود و نصاریٰ کتب
 سماوی کے مطابق یہی پیشین کیا کرتے تھے۔ اور گواہوں نے کتب سماوی میں ترسیم و
 تنسیخ کر کے ہوا و ہوس میں گرفتار رہے۔ مگر توریت انجیل میں پیشین گوئی قدرت اللہ
 موجود تھی۔ چنانچہ کفار قریش اور یہود و نصاریٰ میں سے بعض مدبر لوگوں نے اس پیشین
 گوئی کی صداقت ترقی اسلام سے جانچ کر بغرض حصول جاہ بعد بعث نبوت کلمہ توحید
 پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے۔ اور پیشین گوئی ایسی تھی جیسی کہ حضرت ابراہیم کی نسبت

نمرود سے اور حضرت موسیٰ کی نسبت فرعون سے اکثر منجوں کی تھی کہ نبی پیدا ہونے والا ہے
 جس کے ہاتھ سے تیری سلطنت کا زوال ہوگا۔ اور چار سو علمائے یہود و نصاریٰ نے
 اتباع حضرت کی شوق زیارت میں اسی پیشین گوئی کے مطابق مدینہ میں سکونت اختیار
 کی تھی۔ اور قبل از قول آنحضرت ایک بادشاہ جسکا نام تبع تھا مدینہ فتح کر کے اپنے بیٹے
 کو اپنا جانشین بنا کر خود فتوحات کیلئے آگے بڑھا۔ مگر اہل مدینہ نے تبع کے بیٹے کو جان
 سے مار ڈالا۔ تبع یہ خبر سن کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ قتل عام کا حکم دیدیا اور قسم کھانی کہ جب تک
 اس شہر کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں گا اس وقت تک آگے قدم نہ بڑھاؤں گا۔ چنانچہ کشت و خون
 کا یہ عالم دیکھ کر چند علمائے یہود نے تبع کی خدمت میں حاضر ہو کر خود یہ سفارش کی کہ ہمارے پاس
 کتب آسمانی موجود ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر لکھی ہے۔ کہ یہ مقدس وریاک جگہ
 نبی آخر الزماں کا مسکن اور مدینہ الرسول ہونیوالا ہے۔ اور اسکا محافظ خود باری تعالیٰ ہے۔
 اس لئے مدینہ کا احترام لازم ہے۔ اس کے ویران بنانے کے خیال خام سے درگزر و اور مخلوق
 خدا پر رحم کرو۔ تبع نے یہ آسمانی بشارت سن کر گردن جھکا لی اور سکوت کیا بلکہ غائبانہ
 اسلام قبول کر کے ایک خط بھی لکھا۔ کہ جس میں اپنے اسلام لانے اور آپ کی زیارت کا شوق
 ظاہر کیا۔ اور ایک مکان بغرض قیام گاہ نبی آخر الزماں تعمیر کرایا۔ اور ایک متقی عالم کو اس
 مکان کا منولی بنایا اور خط پر مہر لگا کر اس کے حوالہ کیا۔ اور وصیت کی کہ اگر نبی آخر الزماں
 کا زمانہ مکو نصیب ہو تو میرا عریضہ ان کی خدمت میں پہنچا دینا ورنہ اپنی اولاد کے حوالہ کرنا اور
 یہی وصیت کر دینا۔ جو میں تم کو کر رہا ہوں۔ اسی طرح نسلاً بعد نسل ایہ خط امانت رہے
 اور جسکو بھی وہ مبارک وقت دیکھنا نصیب ہو اس عریضہ کو حضور رسالت میں پیش
 کر دے چنانچہ اسی عالم کی اولاد میں حضرت ابوالیوب انصاری کہ جنہوں نے شرف حاصل

کیا اور حضور سرور عالم مکہ سے ہجرت فرما کر حبیب مدینہ تشریف لائے تو انہی کے اس مکان کے منہ
 آپکی آؤٹنی بیٹھ گئی۔ جو نبی نے اسی غرض سے تیار کرایا تھا۔ اور شاہ تباع کا عرضہ انکے
 پاس موجود تھا۔ انہوں نے اپنی جدی وصیت کے موافق اس خط کو حضرت کے حضور میں
 پہنچا دیا اور اس کے دو شعر یہ ہیں۔ شہدت علی احمداً۔ رسول من اللہ باری النسم۔
 قلو مدگری الی عمرہ۔ لکننت وزیراً لہ ابن عم۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم مخلوق خدا کے پیغمبر ہیں۔ پس اگر ان کے وقت میری عمر پہنچی تو بیشک میں
 انکا چچا زاد بھائی اور وزیر بنو گا۔ دیکھو جلد دویم الاسلام غور فرمائے۔ اگر حضرات
 ثلاثہ حقیقی مومن ہوتے تو یہ اعمال ہرگز ایسے سرزد نہ ہوتے۔ ایسی باتیں کرنا حقیقی
 مومنوں کا کام نہیں۔ ان کے محدثین و مورخین ایسے حالات لکھ کر سنیوں کو ہمیشہ
 کیلئے شرمندہ کر گئے جس سے کبھی سرنہیں اٹھا سکتے پہلے اپنی کتابیں جھٹلاؤ۔ پھر
 حضرات ثلاثہ کو مومن کامل بناؤ۔ کیا بعد النبی افضل الناس کا عقیدہ باطل ہے اب کوئی
 سعید روح ہے جو ہماری تحقیق سے فائدہ اٹھائے اور عقیدہ باطل کو چھوڑ کر دامن
 پنجتن سے لگ جائے۔

ظاہر ابن احمد۔ اگر جہاد الکفار و المنافقین کی تفسیر بالاتفاق کفار سے جہاد بالسیف اور
 منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے چنانچہ حضرت علی نے اسبوجہ سے حضرات ثلاثہ
 سے جہاد کر نہیں صبر کیا مگر اسکے خلاف امیر معاویہ وغیرہ جنگ کرنا کس مصلحت پر مبنی تھا
 احمد حسن۔ جب حضرت علی حضرت عثمان کے بعد خلیفہ قرار پائے تو حضرت امیر معاویہ
 بغرض حصول خلافت جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اب چونکہ حضرت علی کو اختیار خلافت
 حاصل تھا۔ اور دین اسلام میں مثل پہلے کے عروج دیکھا گیا اور بطلان وصیت نبوی

ناکثین اور قاسطین جنگ پر مجبوس ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَمَّا الْقَاسِطُونَ
فَكَانُوا بِالْجَهَنَّمَ خَطْبًا۔ یعنی قاسطین جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور افضل المحققین خواجہ فیض الدین
محلوسی اپنی تحرید میں فرماتے ہیں۔ بخار بو علی کفر و مخالفت و فسقہ یعنی علی سے لڑنے
والے کافر اور مخالفت کرنے والے فاسق ہیں۔ اور حضور سرور عالم نے فرمایا ہے
کہ معاویہ کی موت شریعت احمدی پر نہ ہوگی۔ دیکھو طبری۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
فَقَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ لَا يَأْمَانُ لَهُمْ۔ یعنی ان امان کفر کو قتل کرو ان کا کچھ ایمان نہیں۔ اور
حضرت علی نے فرمایا ہے۔ کہ معاویہ اہل ہادیہ سے ہے مگر آپ کے پیرو اس کا رنامہ پر جانشید
چڑھا کر خطافی الاجتہاد سے تعبیر کر کے معذوری کا فتویٰ جر کر کہتے ہیں کہ آپ اس خطا کی وجہ
حد صحابیت سے خارج نہیں ہوئے بھلا کوئی اسے پوچھے یہ کون کہتا ہے کہ وہ حد صحابیت
سے خارج ہیں۔ اسے چور تیری ڈاڑھی میں تنکا۔ غور فرمائے پیغمبر خدا کے اصحاب ابوہل
وغیرہ بھی ہیں صحابیت کوئی ایسی نہیں کہ جو عدم ایمان کی حالت میں بھی سرمایہ فضیلت
سمجھی جائے۔ پھر اگر حضرت علی پر خرو جکو خطافی الاجتہاد کا اقرار کر کے معذوری قرار دینے
ہو مگر اہل بیت نبوی پر علی الاعلان برسر منبر خطیبوں کو حکم دیکر سب شتم کرانیکو کیا کہینگے۔
غرض اہل غرض کا مدعا کسی پہلو بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ یوں اپنے گھر میں بیوی کا نام سلیم
رکھے وہ دوسری بات ہے۔

ظریف احمد۔ تعزیر کو اہل سنت کس بنا پر بدعت قرار دیتے ہیں۔

احمد حسن۔ بھائی بنا کیا ہوتی بلا سوچے سمجھے مذہب پر حملہ ہے اندھے کا لٹہ ہے گمانے
سے کام۔ خواہ اپنے ہی سرمایہ پر لگے۔ جو دو سند اہل بیت نبوی اپنا غم تازہ کر نیکی
تعزیر بنالیں تو بدعت مگر حضرت عائشہ کی گڑلوں کو کہاں چھپا۔ یسنگے جو مجسم تصویر تھی

کہ جنہر ان النشک لظلم عظیم کا اطلاق صادق آتا ہے۔ مذہب کی حقانیت پر غور کر لیجئے۔
 جس قدر روکا جاتا ہے۔ اس قدر ترقی ہوتی ہے۔ صد ہاسی بلکہ ہندو عقیدہ مندی سے آخر
 بناتے ہیں اور شریعت محمدی میں ذی روح کی تصویر ناجائز ہے غیر ذی روح کی نہیں تعزیر
 مکان کا نقشہ ہے نہ کہ آدمی کا۔ چنانچہ مظاہر الحق اور مشکوٰۃ جلد سویم میں مسطور ہے کہ حضرت
 عائشہ سے روایت ہے میں گڑیوں کیسیتی تھی۔ اور حضرت پیغمبر خدا میری ہمجو لیونکو بھیجتے تھے
 ظریف احمد۔ بی بی شہر بانو کون تھیں اور کیسے آئیں۔

احمد حسن۔ بی بی شہر بانو پرنسپل شہر بانو۔۔۔۔۔ کی بیٹی راجپوت شریف ترین خاندان
 سے ہیں۔ اب رہا یہ کیسے آئیں ہیں ورغین کا انصاف ہے۔ قضاوت اونڈوی کے بیان سے
 معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں آپ تشریف لائیں اور شیخ ابن بابویہ لکھتے ہیں
 کہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں آئیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علی
 کے زمانہ خلافت میں آپ تشریف لائیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی تحقیق کی تائید مولوی
 محمد کبیر صابو العلانی دانا پوری نے اپنی کتاب معروف بتذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام
 میں پور طور پر کی ہے۔ اور بخار الانوار سے بھی یہی ثابت ہے۔ کہ بی بی شہر بانو کا عقد امام حسین کیساتھ
 انجام پایا۔ اور حضرت علی کے حکم سے عقد کا خطبہ حضرت حذیفہ نے پڑھا اور بروایت جلاء العیون
 شہر بانو کو حضرت فاطمہ کی بشارت یہ مواصلت حاصل ہوئی۔ مگر فی الفین شہر بانو اپنی قدیم
 عداوت کیوجہ جو انکو اہلبیت رسالت کے صورت میں ظاہر ہے۔ کہ آپ کے بطن میں جو اولاد ہوئی اور جو
 اقربانک موجود ہے سب کی سب والد الجاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل
 بیت پیغمبر غنیمت میں شرکت کرتے تھے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو حضرت علی برحق جانتے تھے
 اعتراض اول تو سید احمد خاٹن بہادر نے دو دفعہ کریمکاشرف حاصل کیا ہے اور

اور سید حسام رحم نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ کسی طائفہ
 سے لونڈی نہ تھیں بلکہ شہزادی تھیں۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کی والدہ ماجدہ حضرت
 شہر بانوؑ بھی لونڈی نہ تھیں بلکہ شہزادی تھیں۔ کیونکہ بھارتیہ جہاد کے مطابق
 آپؑ امام حسینؑ کی منکوحہ بی بی تھیں۔ اگر حضرت شہر بانوؑ جہاد کے ذریعے اسیری کی
 حیثیت سے آئی ہوتیں تو ہرگز آپؑ کے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ قیدی عورتوں
 کیساتھ نکاح کی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے عقد کی ضرورت تھی۔ او
 وہ اسلئے کہ حضرات ثلاثہ کے جہاد صحیح نہ تھے پس صاف ظاہر ہے کہ علماء العیون کے
 بیان کے مطابق آپؑ کے خواب میں حضرت فاطمہؑ کی بشارت یہ مواصلت ہوئی۔ اور حضرت
 علیؑ کا خلافت ثلاثہ کو باطل سمجھنا مذہبی اصول پر مبنی ہے۔ الغرض اہل غرض کا مدعا کشتی پہلو
 بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ حضرات ثلاثہ کی خلافتوں کو حق ثابت کر نہیں
 ایسے غرق ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں کسی پہلو بھی لحاظ نہیں ہوتا۔ احکام الہی غمگین ہو
 جائیں تو ہو جائیں پیغمبر خداؐ کی مذمت ہو جائے تو ہو جائے مگر کسی طرح خلافت ثلاثہ حق ثابت
 ہو جائے۔ اسے اونٹ تیری کونسی کل سید ہی ہے تیری ایسی مثل ہے کہ جو مذہب اہل سنت
 پر صادق آتی ہے۔ نیز اسمیں غور طلب امر یہ ہے۔ کہ بروز عاشورہ بموقعہ کربلاؑ نزدیک گور
 ابن زیاد نے امام حسینؑ کو شہید کر کے بی بی شہر بانوؑ کو بیوہ بنایا اس لئے راجپوتوں اور گجروں کو
 جو راجپوت خاندان کی ایک شاخ ہیں لازم تھا کہ مذہبی اور خاندانی تعلق قائم رکھنے کیلئے
 غم حسینؑ میں شریک ہو کر بی بی شہر بانوؑ کو تسلی اور پر سادیتے۔ درحقیقت یہی عموماً تمام
 مسلمانوں کا اور خصوصاً راجپوتوں اور گجروں کا عین ایمان تھا۔ مگر افسوس برخلاف اسکے
 ہر قسم کی قوت مخالفین حسینؑ کے ہمراہ ہو کر دوستانہ حسینؑ کو مغلوب کرنے پر آمادہ ہیں۔

ظریف احمد۔ حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر اور حضرت عمر کو فاروق اعظم کا خطاب کس بنا پر ملا۔
 احمد حسن۔ یہ بعد حصول خلافت بوجہ تسلط سلطنت مرغن لقموں کے لالچ و لٹی کا رونا
 ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یہ خطاب اسی کو جائز ہیں جو فاتح بدر و خندق و خیبر و حنین وغیرہ ہو۔
 حدیث سلمان فارسی سے مروی کہ تحقیق پیغمبر خدا نے علی کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ وہ شخص ہے
 جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہے۔ اور مومنوں کا امیر ہے
 دیکھو والدیلمی۔ حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے
 کہ اے علی تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو اور حق و باطل میں فرق کرو گے۔ دیکھو طبری
 چنانچہ معادۃ العدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر حضرت علی کو فرماتے ہوئے
 سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ قبل اسکے کہ حضرت ابوبکر ایمان لاتے میں لایا ہوں دیکھو طبری
 حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے صدیق تین ہیں اول حبیب بخار
 حضرت عیسیٰ کا حواری جس نے یہ کہا تھا کہ اے میری قوم انبیاء علیہم السلام کی متابعت
 کرو۔ دوسرے خزیل جو گروہ فرعون تھا جس نے یہ کہا تھا اے لوگو ایسے شخص کو قتل کرتے
 ہو جو یہ کہتا ہے میرے پالنے والا خدا ہے۔ تیسرے علی بن ابی طالب اور یہ ان سے افضل ہے
 دیکھو طبری۔ اور عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں خدا کا بندہ
 اور پیغمبر خدا کا بھائی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں۔ اور یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ
 سکتا۔ مگر کاذب اور میں نے سب سے پہلے حضور کو کیا تھا سات برس نماز پڑھی ہے۔ دیکھو ریح المطالب
 غور فرماتے کہ جو شخص حضرت علی کے سوا اپنے کو صدیق اکبر یا فاروق اعظم کہے یا کہلائے وہ
 وہ جھوٹا ہے۔ اور وہ لوگ جو علی کے سوا کسی کو صدیق اکبر کہیں تمام تر جھوٹے یہ آپ کا فرما
 فرمان نبوی پر مبنی ہے۔

ظریف احمد۔ حضرت علی کو وصی اور خلیفہ بلا فصل فریق ثانی کیوں نہیں مانتا۔

احمد حسن۔ اگر حضرت علی کو وصی اور خلیفہ بلا فصل مانتے تو حضرات ثلاثہ کو مصنوعی چارچا کیسے لگتے۔ ورنہ ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے جو شخص علی کیساتھ خلافت پر لڑے اسکو قتل کر دو۔ جو کوئی بھی ہو۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث ابولیلی سے مروی ہے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا اور جب ایسا ہو تم علی کی ملازمت اختیار کرنا۔ تحقیق علی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے دیکھو ارجح المطالب۔ حدیث سلمان فارسی سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے بہتر علی بن ابی طالب ہے دیکھو ارجح المطالب۔ نیز ابو علی شاہ پانی پتی اپنی مشنوی میں فرماتے ہیں بہر دین ولکن از دنیا علی۔ آن علی والے ملک نبی۔

ان وصی مصطفیٰ اشیر خدا۔ آن علی زوج نبول فالہم۔

غور فرمائے حضور سرور عالم کی پیشین گوئی کہ عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا اس فتنہ سے مراد اجماع سقیفہ بنی ساعدہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ جس نے آج تک سلامی دنیا کو اختلاف میں ڈال رکھا ہے۔ اگر مخالفین اہل بیت بنوی اس کو فتنہ سمجھیں تو نہ سمجھیں مگر آل محمد اور پیروان آل محمد کی نگاہ میں تو سقیفہ کا معاملہ بیشک فتنہ ہی تھا۔ اور اسی ہنگامہ کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

ظریف احمد۔ حضرت عثمان کو جامع القرآن اور غنی کس بنا پر کہتے ہیں دیکھو خطبہ جمعہ و عقیدہ احمد حسن۔ یہ جیسا مثل ہوئی لکھے ڈیڑھے نام رکھ دیا محمد فاضل۔ ورنہ علامہ جلال الدین تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں کہ علی وہ شخص ہے کہ جس نے قرآن مجید کو جمع کر کے پیغمبر خدا کے

روبرو اس کو پیش کیا۔ اور حضرت علی نے پیغمبر خدا کے روبرو تمام قرآن مجید حفظ کر کے آپ کو سنا دیا تھا۔ اور سزاوار بھی آپ کو ہی تھا کیونکہ آپ باب العلم ہیں۔ اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ نیز آپ کو غنی کہنے کی وہی مثل ہے گھر نہ باریاں محلدار۔ لولاک لما خلقت الافلاک اللہ تعالیٰ نے بجز محمد اور آل محمد اور کس کی شان میں فرمایا شاید بعد بعد حصول خلافت فدک وغیرہ کی آمدنی سے غنی ہو گئے ہوں تو میں نہیں کہتا۔

ظریف احمد۔ حضرات شیخین کا روضہ رسول اللہ میں پہلو پہلو دفن ہونا کیا انکی فضیلت کا سبب نہیں۔

احمد حسن۔ اول تو تسلط مملکت اور غلبہ حکمرانی اس کا سبب بڑا سبب تھا۔ پھر اسے زیادہ حضرت عثمان محبوب پیغمبر ہونے چاہئیں۔ کیونکہ بقول تھی دو دختر پیغمبر کا ذریعہ شرف و سعادت علاوہ فضائل شیخین ان کو حاصل تھا۔ پھر بھی روضہ پیغمبر میں تو کیا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہو نہ دیا۔ اس لئے یہ باعث فضیلت نہیں۔

ظریف احمد۔ حضرت ابو بکر بوقت غلبہ کفار پیغمبر خدا کے ہمراہ غار ثور میں رہے کہ جسکی وجہ سے آپ یار غار کہلائے۔ کیا یہ آپکی فضیلت کی دلیل نہیں۔ دیکھو تاریخ اسلام احمد حسن۔ بھائی صاحب اگر دنیا کی دوستیوں پر نظر ڈالی جائے تو تین قسم کی دوستی پائی جاتی ہیں۔ اول رسمی دویم اخلاقی سویم مذہبی مگر حضرت ابو بکر بلکہ اصحاب ثلاثہ کی دوستیوں کا پتہ عملی ثبوت کیساتھ کتب معتبرہ سے نہیں پایا جاتا۔ اول تو جب کفار قریش نے پیغمبر خدا سے بالیکاٹ کیا اور آپ معہ بنی ہاشم شعب ابوطالب میں کامل تین سال محصور رہے۔ ان ایام میں حضرت ابو بکر یا حضرات ثلاثہ میں سے کسی نے بھی آپ کے لئے ایک روٹی کا لقمہ یا ایک گلاس پانی نہیں پہنچایا۔ حالانکہ اسوقت حضرت ابو بکر کا

کا خاندان بن تمیم اور حضرت عمر کا خاندان بن عدی اور حضرت عثمان کا خاندان بن امیہ کثرت
 سے بڑے جنگجو موجود تھے۔ پس ایسے کثیر الحامی شخصوں کا بعد قبول اسلام آپ کی مدد
 ایسے وقت سیاہ میں کرنا ایمان سے کہنا عداوت پر مجبور ہو گا نہ کہ دوستی پر۔ یہی
 الاسلام جلد دویم۔ اور جب چادر کے پٹیوں سے کفار قریش نے پیغمبر خدا کا گلا گھونٹ
 کر آپ کو ادھ موا کر دیا تھا۔ اس وقت دو قدم بڑھ کر نر خدا سے آپ کو نہیں چڑھایا۔
 یہ کہنا یہ کونسی دوستی شمار کیا جائیگی۔ دیکھو از اللہ الخفا۔

اور جب پیغمبر خدا پر خانہ کعبہ میں بحالت سجدہ شتر کا اوجہ ابو جہل نے ڈالا تھا اس وقت
 حضرت ابوبکر نے جو سابق الایمان مانے جاتے ہیں۔ آپ کی اس تکلیف کو دفع نہیں کیا
 اگر فرض کیا جائے حضرت ابوبکر اس وقت موجود نہ تھے۔ تو اسکے بعد آپ کی اس ذلت
 پر اظہار ملال نہیں کیا لہذا دعویٰ دوستی لغو۔ دیکھو مناقبہ لفظ المید۔ بخاری
 پھر حجت کی وقت جناب ابوبکر نے شتر دو صد درہم کی قیمت کا نو صد درہم کو پیغمبر خدا کے
 ہاتھ پر فروخت کیا۔ غرضیکہ قیام مکہ تیرہ سال کی مدت میں حضرت ابوبکر نے اسلام کی
 ضرورت میں کبھی ایک پائی تک خرچ نہیں کی بعید از قیاس ہے کہ جو شخص اپنے داماد کے
 ضرورت کی وقت اصل قیمت سے سات سو درہم زیادہ وصول کرے اسے توقع نہیں ہو سکتی
 کہ اس نے پیغمبر خدا کی اعانت ایک پائی سے بھی کی ہوگی۔ یہ مشہور واقعات شاہد ہیں کہ حضرت
 ابوبکر کی دوستی کا ثبوت اسلامی یا اخلاقی یا رسمی ہے۔ پھر بعد حضرت پیغمبر خدا مدینہ میں
 دس سال حیار ہے کسی کو گمان ہو کہ غنیمت وغیرہ کی آمدنیوں سے کچھ خدمت پیغمبر خدا کی
 ہوگی بفضلہ وہاں بھی سفر ہے۔ دوستی پیغمبر کے اخبار بعد حصول خلافت مروج کئے گئے ہیں
 جنکا ثبوت واقعات ذیل سے چلتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہوں۔ حمایت اسلام کیلئے اصحاب

ثلاثہ نے نہ کسی غزوے یا سرے میں نہ کسی کافر کو قتل کیا اور نہ کسی کافر کو گرفتار کر کے پیغمبر خدا
 کے روبرو پیش کیا۔ اور نہ کسی کافر کو زخمی کیا اور نہ کبھی خود زخمی ہوئے واقعات مذکور سے
 ثابت ہے کہ جب غلبہ کفار کا وقت آیا۔ تو پیغمبر خدا کو نرغہ اعدا میں چھوڑ کر ضرور بھاگے اور
 بالخصوص جنگ احد میں معمول کے مطابق فرار ہوئے۔ جو عدم کارگزاری سے تعلق
 رکھتی ہے۔ دیکھو از القہ الحقاہ نیز حضرات ثلاثہ نے حیات بنوی میں نہ کسی کو تھار کو توڑا
 اور نہ کسی آتش خانہ کو سرد کیا اور نہ کسی کلیہ کو منہدم کیا اور نہ کسی غزوے یا سرے میں
 غنیمت لاکر پیغمبر خدا کے سامنے پیش کیا۔ اور نہ کوئی صوبہ بلکہ موضع بھی فتح کر کے۔ طنت
 اسلامی میں شریک کیا۔ علی ہذا حضرات ثلاثہ اپنی ذاتی خواہش سے یا حکم پیغمبر خدا اشا
 اسلام یا تمکین اسلام یا مصالحت اسلام کی غرض سے کبھی اور کہیں نہیں بھیجے گئے
 اور نہ کبھی حضور نے رقعات دیکر کسی بادشاہ یا حاکم بنگہ کسی زمیندار تک کے پاس
 ان کو نہیں بھیجے۔ الغرض بغیر جان جو کہوں مال غنیمت میں حصہ پاتے رہے۔ حالانکہ
 اکثر موقعوں پر موجودگی حضرات ثلاثہ مختلف مقامات پر دیگر صحابہ کو حضور نے بغرض دعوت
 اسلام رقعات دیکر روانہ کئے۔ مثلاً بنام شاہ روم ہرقل بدست وحیہ کلی اور بنام
 قیصر فارس بدست عبداللہ بن خدا فہمی اور بنام شاہ مصر بدست حاطب بن ابی
 ملیحہ وغیرہ کو روانہ کیا۔ دیکھو الا سلام جلد دوم۔ اور حضرات ثلاثہ کو پیغمبر خدا نے کسی
 مقام یا کسی قوم یا قریہ کے قاضی یا حاکم یا امام مقرر نہیں کیا۔ حالانکہ اکثر موقعوں پر
 دیگر صحابہ کو مختلف مقامات پر موجودگی ثلاثہ پیغمبر خدا نے قاضی یا حاکم مقرر کیا جنگ
 بدر میں معشر بن عبدالمند کو اپنے حاکم مدینہ کیا۔ اور غزوہ مہطلق میں جعال ضمیری کو حاکم
 مدینہ کیا۔ غرض کہ عرصہ دس سال میں دس یا بارہ مرتبہ عبداللہ ابن مکتوم کو حضور نے حاکم

مدینہ یا امام صلوة منقرض فرمایا اور اس فہرست میں حضرت ابو بکر بلکہ اس کے کسی جگری
دوست کا بھی نام نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مولیٰ ان میں قابلیت نہ تھی
یا پیغمبر خدا کو ان کی امانت و دیانت پر خبر و رس نہ تھا۔ پھر سورہ برات مشرکین مکہ کے سنائے
کیلئے جو لکھا ہے بفضلہ وہاں بھی جناب والا حکیم خدا معزول ہو کر مدینہ واپس ہوئے
نہ بموہن مرنس الموت پیغمبر خدا کی وقت حضرت ابو بکر کو امام صلوة لکھتے ہیں۔ یہ مصنوعات
کتب سیر و تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد حصول خلافت مرغن لقموں کے
طلب گاروں نے ایسی بے سرو پا روایتیں گھڑی ہیں۔ پھر اولیوں کا اختلاف آپ کی
الامت کو بطل کر دیتا ہے۔ نیز حضرات ثلاثہ پیغمبر خدا کی اکثر بیعتوں کی تہن و تکفین میں
شریک نہیں ہوئے۔ اور نہ کسی جنازہ پر نماز پڑھی۔ اور نہ پر سات عنیت دیا نہ اظہار غم
کیا اور نہ عرب کی رسم قدیم کے مطابق حاضری بھی نہ انکی عورتیں پیغمبر خدا کے گھر اظہار
بمدرسی کیلئے آئیں تھیں۔ جیسے کہ انصار کی عوام عورتیں غم و خوشی کے موقعہ پر جمع
ہو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ اسما اگر امی رہیں حضرت قاسم۔ ابراہیم۔ طیب و طاہر
ابن پیغمبر اور حضرت خدیجہ و زینب زوجہ پیغمبر۔ اور حضرت حمزہ ابو طالب عم پیغمبر حضرت
فاطمہ والدہ حضرت علی اور جعفر طیار برادر پیغمبر حضرت فاطمہ بنت پیغمبر وغیرہ۔
مدارج النبوة میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت علی سے شکایت کی کہ آپ نے ہلکے
اطلاع نہ دی جو جنازہ جناب سیدہ پر حاضر ہوتے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے
ان کی وصیت کیوجہ سے ایسا کیا ہے۔ غور فرمائے بنی پیغمبر وفات پائیں اور باپ
کے اصحاب اطلاع کے امیدوار رہیں۔ اگر کوئی شادی کا موقع ہوتا تو مضائقہ نہ
تھا جو بلا وادیا جاتا جن لوگوں کو ذرا بھی عقل ہے وہ ضرور سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا

پیغمبر خدا سے وابستہ تعلق تھا یا مخالفانہ۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ کے استقلال کی وقت
 حضرت علیؓ میں موجود تھے لیکن آپؓ نے ذاتی تجربہ و تکلف میں شرکت کی نہ نماز جنازہ پڑھی
 اور نہ انکی اولاد کو پڑھایا۔ اور نہ حاضر ہوئے۔ الغرض جیسا ہوتا ہے پیغمبر خدا کا تھا ویسا
 ہی ہوتا ہے حضرت علیؓ کے ساتھ کیا۔ گویا سیرت شیخین کو اپنے سیرت اسلام پر گز نہیں سمجھ
 اور نہ حضرات شیخین کی بیعت کی نہ نماز میں اقتدا کی پس ظاہر ہے اگر حضرت علیؓ حضرات ثلاثہ کی
 بیعت کر لیتے تو اسے جنازہ کی نماز ضرور پڑھتے۔ پھر ایسی ہی بے تعلقی اولاد علیؓ میں پائی جاتی
 ہے۔ ماہیوں نے بھی سیرت شیخین کو سیرت اسلامی نہیں سمجھا۔ واقعہ ہجرت پر آیا ثمانی
 اثین اوسلی الخ کے تحت میں حضرات اہل سنت کو حضرت ابو بکرؓ کی یہ غاری کا جو نائب
 کہ حضرت ابو بکرؓ خود کے ساتھ غار میں رہے۔ مگر یہ حضورؐ نے آپؐ کو اپنی ہمار ہی کیلئے
 تھا۔ اللہ تعالیٰ سے شک نہ تھا۔ جو آپؐ حضورؐ کی ہمار ہی میں گئے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کو پیغمبر خدا
 نے بلا کر اپنی تمام مائتوں کے انکار کیا حکم دیکر اپنی جگہ لینے کی وصیت فرمائی تھی۔ اگر فیصل
 ہو کہ خود حضورؐ کی حمایت کیلئے غار میں گئے تھے تو مستلزام بیان مخالفانہ معبر کی آمد کل آہٹ
 سکڑوے کیوں چنانچہ حضورؐ نے فرمایا لا تحزن یعنی اسے ابو بکرؓ سے ہمسرا فرما لیا۔
 اللہ تعالیٰ ہے۔ سچ کہنا حمایت اسی کو کہتے ہیں پس اسے ڈر پوک شخص کو کون کہہ سکتا ہے
 کہ حضورؐ کی حمایت کیلئے آپؐ غار میں گئے۔ اس میں کچھ شک نہیں اس ہمار ہی کا کوئی خاص
 سبب تھا۔ جو بغیر اجازت ہمارہ ہوئے ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ روئے اور شور
 کرنے سے حضورؐ کی گرفتاری مقصود تھی نہ کہ حمایت مگر جبکہ عالمی اللہ تعالیٰ ہوا اس دشمن
 ہمیشہ کفن افسوس ہی ملتا رہتا ہے۔ مگر کثر جہاں اس پر نماز کرتے ہیں۔ کہ الہام ذکر قرآن مجید
 میں ہے۔ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا ہے۔ جو قرآن مجید میں نہیں۔ کفار اور انبیاء

علیہم السلام کے قصص موجود ہیں۔ مگر انبیاء کفر و اسلام پیاسے۔ پھر اکثر یہ بھی کہتے ہیں
 کہ کسی کو برا کہنا اچھا نہیں۔ اول تو انکار یہ کہنا مذہب اہل سنت کے اصول پر مبنی ہے
 کیونکہ تمام ائمہ اہلسنت غیر معصوم اور خاٹل ہیں۔ اسلئے ان کی فعلی کہلتی ہے۔ چنانچہ
 اسی بنا پر یزید بن معاویہ خلیفہ ششم برا نہیں سمجھا جاتا۔ اور کیوں سمجھیں سچ بھی تو ہے
 اپنے بزرگوں کی مذمت کر کے کون ناخلف بنے۔ پھر مذہب اہلسنت باہمی اختلاف کی وجہ
 چند فرقوں میں منقسم ہے۔ اور ضدین ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔ تو کچھ فضائل نہیں
 مگر نزدیک وجود دشمن اہلبیت پیغمبر ہے اس کو برا کہنا روا نہیں۔ الغرض ایک رونا ہوتا تو رو یا جائے
 یہاں تو سب یہ تک توہین تو یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور یہ سب حضرات شیخین
 کی تقلید کے پھول پھل ہیں۔ اور حضرات شیخین نے کبھی پیغمبر خدا کی ضیافت نہیں کی
 اگر خیال ہو تو کتب معتبرہ سے ثابت کیجئے۔ البتہ جناب محمد و عین کا اکثر پیغمبر خدا کے یہاں
 کہانا ثابت ہے۔ اور ایام ہجرت میں جو حضرت ابو بکر کہانا کھانا لکھا ہے وہ غلط ہے کیونکہ
 بعض کتب اہل سنت ہی سے حضرت علی کے ہتمام سے غار میں کھانا پہنچانا لکھا ہے۔
 دیکھو تاریخ بلاذری۔ الغرض حضرت ابو بکر کی دوستی حضور سرور عالم کے ساتھ نہ مذہبی
 پائی جاتی ہے۔ نہ اخلاقی۔ نہ رسمی۔ اگر ہمارا یہ کہنا غلط ہے تو کتب معتبرہ سے ثابت کر دو تو
 جانیں۔ تمام واقعات پر غور کرئیے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابتداء اسلام میں پیغمبر خدا پر
 نہایت تکلیف اور مصائب کا زمانہ تھا۔ یہی وقت صحابہ اور مسلمانوں کے ایمانی قوت
 اور خدمت اسلام دکھائی کا تھا۔ کیونکہ شجر اسلام ابھی اپنی جڑ پر قائم نہ ہوا تھا۔ اسلئے
 ضرورت تھی کہ شجر اسلام مومنین کے خون سے سیراب کیا جائے تاکہ شجر اسلام سرسبز ہو
 پھوٹے اور پھلے۔ پس جب ایسے وقت حضرت ثلاثہ اپنی جان بچا کر بھاگ جاتے تھے تو

پھر وہ حمایت اسلام کرتے۔

ظریف احمد۔ متع کی کیفیت بیان کیجئے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِالنِّسَاءِ فَاتُوا هُنَّ اَجُورَهُنَّ بِغَيْرِ نِفَاقٍ۔
 دیکھو سورہ نساء۔ یعنی جن عورتوں سے متع کیا ہے اسکے دین مہر کا ادا کرنا فرض ہے۔ بی نفاق
 لکھتے ہیں کہ یہ آیت باب متع میں نازل ہوئی۔ اور نین روز تک یہ حکم قمع مکہ کی وقت تک جاری
 رہا۔ بعدہ منسوخ ہو گیا۔ مگر اس حکم کی ناسخ کوئی آیت نہیں۔ چنانچہ نودی جلد اول
 سے ظاہر ہے کہ عمران بن الحصین کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے متع کو تا حیات حرام نہیں کیا۔
 اور نہ قرآن شریف میں کوئی آیت متع کی ناسخ نازل ہوئی۔ پھر اسی جلد میں عمران بن
 کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیت متع نازل ہوئی۔ اور پیغمبر خدا نے مجھے متع کا حکم دیا۔
 پھر اس آیت متع کی ناسخ نازل ہوئی اور نہ پیغمبر خدا نے متع کو حرام کیا۔ لیکن حضرت
 عمر نے خود رائی سے جیسا عیا یا ویسا کیا۔ بیضاوی متع کو منسوخ ہونا لکھتے ہیں مگر ناسخ
 آیت کا ذکر نہیں کرتے۔ بیشک اگر کوئی آیت ناسخ ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے۔ بیشک
 حق بھی یہی ہے کہ ایسی کوئی ناسخ آیت ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ امام نودی کی تحقیق سے
 ثابت ہوتا ہے۔ آیت متع کی غیر منسوخ ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ تفسیر
 اتقان اور ملا جیون جو پوری نے اپنی تفسیر میں آیت متع کو آیات احکام میں داخل
 کیا ہے اور متع عہد پیغمبر اور عہد خلیفہ اول میں جاری رہا۔ اگر کوئی آیت حکم متع کی ناسخ
 نازل ہوتی تو اس سے پیغمبر خدا اور خلیفہ اول کا ممکن نہ تھا۔ پھر جابے العجب ہے کہ
 کہ اسے حضرت عمر واقع تھے۔ کہ حکم متع منسوخ کیا۔ بلکہ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ میں متع کو حرام
 کرتا ہوں صائبانہ ہے۔ آخر کار یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آیت متع کی ناسخ

کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور کچھ علمائے اہل سنت جو سورہ المؤمنون اور سورہ معارج کی بعض آیتوں سے آیت منعہ کو منسوخ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ ان سورہوں کی وہ آیتیں ملتی ہیں اور آیت منعہ مدنی ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آیت ہائے ناسخ آیت منسوخ سے پہلے نازل ہوئی۔ یعنی قبل وجود منعہ کے حکم منع منعہ کا خلاف عقل و نقل ہے مگر نہ معلوم کیا وجہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا کہ منعہ نساء و عہد رسول اللہ میں حلال تھا۔ مگر میں اسکو حرام کرتا ہوں۔ دیکھو تفسیر کبیر رازی جلد سویم مطبوعہ مصر۔ تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری لاہور۔

غور فرمائے حضرت عمرؓ کا دماغ بھی کیسا عالی دماغ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ پر پیغمبر خدا بھی قابض نہ تھے مگر حضرت عمرؓ کو پورا عبور حاصل تھا۔ درحقیقت پیغمبری بھی آپکو ہی شایاں تھی۔ نہ معلوم محمدؐ کس بنا پر پیغمبر بن بیٹھے۔ ذرا حضرت عمرؓ کی قوت دماغی تو دیکھئے کہ جامع القرآن تو حضرت عثمانؓ آپ کے بعد بے گویا قرآن آپ نے دیکھا نہ پڑھا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو فعل عبث سمجھ کر فوراً منسوخ کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ دخل در معقول کر نیوالا ہمیشہ احمق ہی ہوا کرتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہود و نصاریٰ کی طرح کتب سماوی میں ترمیم و تنسیح کر کے ہلو ہوس میں گرفتار ہو کر میراث پیغمبر پر کیسے قابض ہوتے کیا لو کان من بعدی بنی عمر ایسوں ہی کیلئے نہ ہے۔ پس ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جو شخص فعل زنا کا مرتکب ہوا اور ہوگا اسکا بار جناب مدوحؐ و گردن پر ہی ہونا چاہئے اور حق یہ ہے کہ چاند خاک ڈالنے سے مکدر نہیں ہوتا بلکہ وہ خاک اپنے فاعل بطیوف ہی عود کرتی ہے۔ غور فرمائے کہ آیت منعہ کو منسوخ تو کر دیا مگر خارج از قرآن نہ کر سکے۔ کہ جس سے یہ واقعہ آئندہ نسلوں کیلئے قیامت تک حجت قرار نہ پاتا بھلا کوئی پوچھے ذرہ کو آفتاب کیا نسبت کجا کتاب اللہ کجا پیچا ہے حضرت عمرؓ ملک حق یہ ہے

کہ قرآن صامت کی عظمت قرآن ناطق سے پوچھئے۔ علی سے پوچھئے قرآن کی عظمت۔ قرآن سے پوچھئے شان آل محمد اور اگر کتب مذکور کے مصنفین صادق ہیں۔ تو منہ کے منکر منکران کی تکذیب کیوں کرتے ہیں۔ اگر شیعہ ہیں تو ان کے طریقہ پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سر اسرہٹ دہرم ہیں جسکا انجام خود سمجھ لو کیا ہونا چاہئے۔

ظریف احمد۔ نماز میں ہاتھ باندھنا کس بنا پر جائز ہے۔

احمد حسن۔ کسی بنا پر بھی نہیں۔ ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنا ایجا و متاخرین ہے اھکا اجتہاد اس طرف گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔ اسلئے اسکے آگے نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہئے۔ حالانکہ عاجزی اور فروتنی کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ناف یا سینہ پر ہاتھ رکھنے سے ورنہ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کرو۔ اور نہ پیغمبر خدا نے خود ہاتھ باندھے۔ اور نہ ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔ مگر متاخرین اہل سنت نے نماز میں ہاتھ باندھنا لکھا ہے۔ اہلسنت کے چار پیشوا ہیں انہیں ابو حنیفہ نماز میں بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز کہتے ہیں۔ اور شافعی سینہ پر۔ اور احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور دوسری روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہیں۔ اور امام مالک شیعوں کی طرح قطعی ہاتھ باندھ کر نماز میں کھڑے ہونیکا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں صرف قیام کا حکم دیا ہے۔ کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہیں فرمائی۔ اذ قمتُم الی الصلوٰۃ یعنی جب تم نماز کو اٹھو۔ گویا نماز میں قیام فرض ہے اگر ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو بجائے ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر مشکین باندھ کر نماز پڑھتے تو زیادہ عاجزی اور فروتنی ہوتی۔ پھر تعجب ہے کہ وہ فروتنی اور عاجزی صرف قیام کی حالت میں ہی منحصر رہتی ہے۔ مگر غود و رکوع و سجود میں بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسکی کیا وجہ ہے کہ نماز کے ایک جز میں عاجزی ہو اور دیگر اجزاء میں سرکشی کی جائے
اگر شرعی عاجزی مقصود ہوتی تو آیہ قَوْمُوا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ پر عامل بنکر نماز میں اللہ تعالیٰ
کے سامنے ہاتھ پسارتے۔ واقعی رواج بھی عجب چیز ہے کہ کیسی ہی خلاف شرع عقل
کوئی بات ہو مگر عقلمند بھی اس کے کر نیسے نہیں شرماتے۔ افسوس بڑے بڑے عقلمند
جو اورونکو عقل سکھاتے ہیں وہ بھی خلاف شرع رسم میں مبتلا ہیں۔ وہ اسے رواج
تو بھی کیسا زبردست ہے خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے۔
ظریف احمد۔ فریقین میں وضو پر کیوں اختلاف ہے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذْ قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
فَاَغْسِلُوْا وُجُوْہَکُمْ وَاَیْدِکُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَاُمْسَحُوْا بِرُءُوسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَى الْکَعْبَیْنِ۔ دیکھو سو
مائدہ ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔ یعنی اسے مسلمانوں کو جب تم اٹھو نماز کو پس دہلو
اپنے منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سر اور پیر و کاکھٹوں تک۔ غور کیا
اسکے لفظی معنوں سے صاف طور پر تائید شیعوں کے قول اور عمل کی ہوتی ہے۔ مگر حضرات
اہلسنت خواہ مخوام نے لڑا کر کہتے ہیں کہ حفص نے اَرْجُلَکُمْ کے لام کو زبردست پایا ہے۔ لیکن
اس کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کرتے۔ خلاف معنی کیوں کریں صاف اور سیدھے
معنی کیوں نہ لئے جائیں۔ جو عموماً قرآن شریف کے معنوں کا دستور ہے۔ اس میں فصاحت
کلام بگڑتی ہے اور نہ سیاق عبارت میں فرق آتا ہے۔ افسوس کہ ایک حفص کی قراءت
کے اعتبار پر اَرْجُلَکُمْ کے لام کو مفتوح قرار دیکر وُجُوْہَکُمْ کا عطف سمجھا جاوے۔ اور
کلام کی بے سیاقی اور بد نظمی پر نظر نہ کیجاوے۔ کہ جس سے دو علیحدہ علیحدہ جملہ مخلوط ہو کر
بے ربط ہو جائیں۔ اور قرآن شریف اس الزام سے بالاجماع بری ہے۔ نیز جن اعضا کا

وضو میں دھونا فرض ہے تیمم میں نہیں اعضا کا مسح قائم کیا ہے۔ اور جن اعضا کا مسح وضو میں فرض ہے۔ ان کو تیمم میں بالکل ترک کر دیا۔ *قیموا صعداً طیباً فامسحوا بوجوهکم وایکم منہ*۔ یعنی تیمم کرو خاک پر پس مسح کرو۔ اسے منہ اور ہاتھوں کا۔ جبکہ صرف منہ اور ہاتھوں کا مسح تیمم میں فرض ہے تو سر اور پیروں کو ترک کر دیا۔ ح صاف ثابت ہے کہ اعضا واجب الغسل کا مسح واجب اور اعضا واجب المسح ترک اب اس میں خواہ مخواہ کی توجہ نہ لکانا۔ اور فضول دلائل پیش کرنا بیشک اس امر کی دلیل ہے اگر اللہ تعالیٰ بھی اگر سمجھائے تو نہ سمجھیں چنانچہ انس سے مروی ہے کہ ابن عباس نے صحابہ کی مخالفت کی ہے۔ اور جواز مسح کے قائل تھے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وضو میں پیروں پر مسح سے لوگ نکار کرتے ہیں مگر میں قرآن مجید سے مسح پاتا ہوں۔ نیز انس سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں وضو میں سر و نہ کا مسح کرنا واجب ہوا ہے۔ دیکھو *واللہ الخفا*۔

ظریف احمد۔ جمع بین الصلوٰتین کی کیا دلیل ہے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ *اقیم الصلوٰۃ کد لولک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر*۔ دیکھو سورہ بنی اسرائیل۔ یعنی قائم کرو نماز آفتاب ڈھلنے کے بعد اور رات کی تاریکی تک اور نماز فجر پڑھو پس ظاہر ہے آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر اور عصر کی نماز کا وقت ہے۔ جو مشترکہ وقت ہیں۔ اور رات کے اندھیرے تک مغرب اور عشا کا وقت مشترکہ ہے اور نماز فجر قائم کرو۔ دیکھو تفسیر قادری۔ اور جابر بن زید سے ابن عباس سے روایت کی ہے اور کہا ہے ابن عباس نے کہ نماز پڑھی ہے پیغمبر خدا نے سات رکعتیں ملا کر مغرب و عشا اور آٹھ رکعتیں ملا کر ظہر و عصر۔ دیکھو بخاری کتاب مواقیات الصلوٰۃ اور امام مالک نے ہمیشہ دو نمازیں ملا کر پڑھیں۔ اور ان کے مقلد اب بھی برابر پڑھتے ہیں۔

اور امام شافعی کے مقلد و نہیں اختلاف ہے۔ بعض مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور بعض ضرورتاً اور حلی
 ضرورتاً جائز سمجھتے ہیں۔ اور حنفیہ منفرد ہیں۔ لیکن عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشا
 اب بھی بلا عذر حجاج اہلسنت ماکر نماز پڑھتے ہیں۔ اسے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا دواؤں
 ماکر پڑھنا مذہب کے قابل اعتراض بلکہ سنتِ غیر ہے۔ چنانچہ جو شخص شیعوں پر مقرر ہو جائے
 وہ گویا غیر خدا پر اعتراض کر رہا ہے۔

ظریف احمد۔ نماز تراویح کی نسبت کیا حکم ہے۔

احمد حسن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ نماز تراویح کو سوائے حضرت عمر کسی نے ایجاد نہیں کیا
 دیکھو تاریخ الخلفاء اور صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۳ میں مرقوم ہے اور عبد اللہ بن
 عبد القاری سے مروی ہے کہ میں بن خطاب کے ساتھ ایک شب ۱۰ رمضان المبارک میں جا بڑ گیا۔ دیکھا
 کہ تمام لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر نے دیکھا کہ اگر سب لوگ جماعت سے پڑھتے
 تو بہتر ہوتا۔ اور اب اس کعب کو حکم دیا وہ سب کو پڑھانے لگے۔ دو سو روپے پھر انہیں کے ساتھ
 ملکا تو یہ منفر دیکھنے میں آیا کہ سب لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے ہیں۔ حضرت عمر نے دیکھا کہ یہ
 اچھی بدعت ہے غور فرمائے اب یہی بدعت کثرت استعمال کی وجہ سے سنت ہو گئی۔
 کہ جسے تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب سمجھا جائیگا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تراویح
 اسلامی مکمل تھی کہ جسکی تکمیل آپ کو چھوڑا کرنی پڑی اور وقتاً فوقتاً اصلاح کرتے رہے۔ اگر
 قرآن مجید آپ کی معیت پر نازل ہوتا تو شاید آج اسلام میں بہتر فرقہ نہ ہوتے۔ شاید اللہ الملک
 و الملک سے آپ اور آپ کے تابعین ہی مراد ہوں۔ کہ جنہوں نے اسلام کو کامل بنا دیا۔ اور عقائد
 اسلام مفصل بیان کر دیے۔ یعنی توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت و قیامت کو مفصل بیان کر دیا
 وادھجان اللہ عدل اور امامت کو اصول اسلام سے خارج کر دیا۔ کہ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ

کی ذات مقدس میں خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کی صفت پیدا کی اور نبوت کو کذب و خطا سے طو
 کیا۔ امامت کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ فسق و فجور سے اکودہ ہے قیامت کو تو خانہ عدل
 میں پہلے ہی صفر لگا کر جزا اور سزا سے بری ہو کر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کی بنا پر شرب ہما
 ٹی طرح آزاد ہو گئے۔ کہ جس شریعت اسلامی کی ترمیم تفسیر بیباکانہ بازیچہ اطفال سمجھنے
 لگے۔ قرآن کی سقد رعزت افزائی کی کہ بجائے کتب سماوی کے بیاض عثمان قرار
 دیکھی۔ اب کیا تھا گھر کا قرآن ہو گیا۔ اسلام پر ہر طرح قابض و متصرف ہو گئے۔ اب کسی
 کی کیا مجال ہے جو بار پرش کر سکے اب جس طرح چاہیں کریں چنانچہ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ
 کو مجسم اور مجید قرار دیا۔ یعنی طوفان فوج پر اللہ تعالیٰ اتار دیا کہ آنکھیں جوش کر آئیں۔
 اور آنکھیں دیکھنے آئیں۔ تو فرشتوں نے ہمارے سر کی۔ اور عرش اس کے بیٹھنے
 سے چرچر رہا ہے اور عرش کے چاروں طرف چار چار انگل جسم باہر رہا ہے۔ دیکھو مل و مل
 اور فتادی قاضی خان میں مرقوم ہے کہ بغرض حصول شفاء آیہ قرآنی پیشاب و خون یا کسی نجس
 شے سے لکھت جائز ہے۔ نیز ہدیہ صفحہ ۹۶ پر مسطور ہے۔ اگر کوئی شخص دانستہ اپنی دل
 بھن۔ یعنی یا کسی دیگر مرد شرعیہ سے نکاح کرے اور ایسی مسکوحہ سے وطی کرے تو ایسے
 شخص پر حد لازم نہیں آتی۔ اور کئے کی کمال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ دیکھو
 شرح وقایہ۔ انسان اس کو پہنکر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور کئے کا چمچہ جامع ریح نجاست
 غلیظ میں ڈوبا ہوا ادا ہے نماز کیلئے جائز ہے۔ جیسا کہ فقہان نے ایسے چمچے کو پہنکر مسلمان
 محو غفلت کے رہ کر نماز پڑھی تھی۔ اس واقعہ کو مرآت الجنان اور دنیات اللہ میں
 دیکھو۔ یہ نماز مذہب امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ادا کی گئی۔ چونکہ قصہ طویل ہے
 اور یہ مکروہ ہے اسلئے اس کے اعادہ سے اجتناب کرنا ہوں جس کو شوق ہوا اصل

کتاب دیکھے۔ اور اپنی تسکین کرے۔ اور سوتا کی جہلی میں حلال جانور کا گوشت بھر کر
 معرفت میں لایا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے سوتا بھی کتے کی طرح امام صاحب کے نزدیک
 نجس العین نہیں ہے۔ اور چلے۔ حاشیہ شرح وقایہ سے ظاہر ہے کہ امام صاحب ذیل ذرا
 کی چکانی ہونی خرچی کو اس عورت کیلئے حلال سمجھتے ہیں۔ اس طرح نادمی کا خسی خان
 اور کٹر القاب سے ثابت ہے۔ کہ ایسا مرد جو خرچی دیکر کسی عورت سے نہ کرے تو اس پر
 حد واجب نہیں ہوتی مگر اجتہاد امام صاحب کا درست ہے اور بانامی غواغفوں
 سے آشنائی کرنے والے کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے تو بچاؤ سے متونے میں کیا گیا
 گناہ کیا تھا جو امر منصوص ہونے پر بھی حرام کر دیا گیا۔ الفرض مذہب کیا ہے گویا عیاشی
 کا کافی ضرر ہے۔ کیونکہ فحک وغیرہ کی آمدنیوں سے پاکٹ پڑیں۔ اور عباسی سلفیت
 کی وجہ سے فہر و غلبہ بھی حاصل ہے۔ اہلبیت نبوی کو زیر و زبر کر رہی ڈالاب ہمیں حاکم
 ہم ہی مخدوم ہم ہیں ناظم ہم ہی منظم۔ اب ایک بالشت کی چوڑی تلوار جس طرح چاہیں گھما لیں
 کسی کا کہ خون و خطر ہے۔ اب کون ہے جو ہمارے فتوؤں پر لب کشائی کر سکے۔ حیف
 اس اسلام پر صدافسوس اسے اسلام تو ناآشناؤں کے نجس ہاتھوں میں گرفتار
 ہو کر یوں پریشان ہوا کہ تیرے میزبانوں نے تیری ہمان کا کچھ بھی احترام نہ کیا۔ مگر اسے
 اسلام کیا تو وہی اسلام ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم متباق میں اپنے مقدس گروہ قرار
 اور اوصیاء علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں میں امانت دیکر جملہ مخلوق کی شہادت کے
 اقرار پر مجبور کیا تھا۔ مجاہد تو وہ اسلام نہیں بلکہ یہ اسلام عاکف تیرے مد مقابل کوئی اور
 مصنوعی اسلام ہے اگر تو وہ اسلام ہوتا تو خواہشات سے لبریز نہ ہوتا۔ کیونکہ اسلام
 پر اسم کے الزام سے بالاجماع بری ہے۔ اور اسلام ہم پر کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

مقدس گرد و جانیا، عیسٰی السلام کے سپرد کر کے وہ بالائی فطرت کا خود ذمہ دار بن کر مومنوں کے
پاک قلوبوں میں امانت رکھ کر محفوظ کر دیا۔ بخدا تیرا قضا غیر ممکن ہے اگر تو محفوظ نہ ہوتا تو کچھ بھی
نہ ہوتا۔ کتنا اہم تیری بقا کا وہ دان کیلئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی کافی ہے۔ پھر جس
امین تیری بقا کا وہ دان کیلئے نہایت صدق اور استقلال کیسا تھا اپنی قربانیاں کر سکتے
بیشک سلام پیغمبر اگر خدا کا سدا عالم موجودات سے وجود ہو جاتا تو آج اسلام نہا کھڑا مسلمان
مہاتما اور سیاسی کے لباس میں جگہ جگہ پھرتے نظر آتے۔ بیشک اس نسخہ اسلام کو اللہ تعالیٰ
کی خاص رحمت کا ذریعہ ہے اور تیرے حاذق حکیم انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ہیں۔
کہ جن کے متبرک ہاتھوں پر تو نے حکم کیا اپنی اور بیشک تو سلیم امرا جوں کے لئے موجب
رحمت اور امراض و جانی اور جسمانی کی شفا ابدی کیلئے بیکہ کثرت ثابت ہو چکا ہے۔ اور قسط
قلوبہم کے مریضوں نے نیم حکیم گندم کا جو فروشنوں کے مطلب کی خاطر ہی ریبائش پر اپنی
کچ فحش سے فریفتہ ہو کر دلا یرید اللہ میں اتنا خسار حاصل کیا۔ کاش اگر یہ مریض حاذق ملک
انا مدینہ اعظم و علی بابا کے سادہ مطلب کے نسخہ اسلام سے عرف ایک ہی شجرہ فیضیائیہ
مسابد کے پانچ جزیرے یعنی اصل محمد جہاں علی، بزرگ خانہ، گل حسینی، فرح حسن کو کوڑہ
غہ غم میں آب آید مودہ سے بھگو کر چادر نظیر سے چھا کر شربت حدیث طفیلین کو القرآن
مع علی و علی مع القرآن کی طرح حل کر کے ان الدین کنند و عملوا الفضل کا عامل بن کر حسن
عقیدت کیساتھ نوش کر کے باطنی زہر کو دھوا اور ظاہری خوش ذائقہ بنی امیہ کی تمام امیہات
پر منہ کرنا تو شرط یہ شفا ابدی حاصل کرنا۔ مگر افسوس قسست قلوبہم کے مریض نیم حکیم گندم نہا جو
فروشنوں کے فریب میں اگر اپنی شقاوت قلبی کے سبب حاذق ملک کے تجویز کردہ نسخہ
سے گریز کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے شفا ابدی سے محروم ہیں۔ پس نیم حکیم اپنے مطلب کو

فروغ دینے کی غرض سے حاذق الملک کی تکذیب کر کے مریضوں کو دھوکہ دیر رہا ہے۔ اور مریض
اپنی شقاوت قلبی کے سبب شربت شیریں کو تلخ سمجھ کر استعمال سے گریز کرتا ہے۔ پس
ظاہر ہے۔ مریض کا ذالقی تلخ ہے۔ جس کے سبب شربت شیریں کو تلخ بتلا رہا ہے۔ اور اگر
مان لیا جائے تلخ ہی ہے۔ مگر داناؤں کے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ تلخ دوا میں ہلکے
صحت ہوتی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ امام حسین اور انصار امام حسین نے تلواروں کے
سایہ میں شفا ابدی حاصل کی ہے۔ حالانکہ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والا
والثراۃ کے ناقابل برداشت حملہ برداشت کئے۔ سچ ہے۔

نصیحت کہ خالی بود از عرض چو داروئے تلخ است دفع مرض

ظریف احمد۔ ان کل سوالات کا یہ کیا جواب دیتے ہیں۔

احمد حسن۔ بھائی حق کا جواب نہیں ضد اور مہٹ دہرمی کا کچھ غلط نہیں۔ صد ہا محقق
سینوں نے شیعہ بنکر اکثر مناظرے لکھے مگر آج تک کافی جواب ندارد چنانچہ تجربہ شایہ ہے۔
بجز اسکے ان کے پاس کچھ جواب نہیں کہ یہ تو رافضی ہو گیا۔ اور یہ حق کا جواب نہیں۔
بلکہ دیوانہ کی طرح غور فرمائے کہ کشتی اسلام کس قدر بجزارتداد کے تلامذہ عظیم میں رہی۔
اور ہے۔ کہ جس کی وجہ سے فضائل ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی بقا غیر ممکن تھی۔ مگر انہی
کی کتب میں باقی ہیں۔ اور ایسی مخدوش حالت میں یہ بقا اگر اعجاز ائمہ معصومین علیہم السلام
نہیں تو اور کیا ہے۔

ظریف احمد۔ بھائی صاحب میری تسکین کافی ہو گئی۔ اس لئے سابق مذہب
سنی حنفی کو خیر باد کہہ کر مذہب حقہ اثنا عشری صدق دل سے قبول کرتا ہوں۔
احمد حسن۔ بھائی اصول مذہب حقہ کے پابند بغرض تقیہ صدق دل سے رہو۔

ایک دم اظہارِ امت کرو۔ ورنہ محی الفین اکمل اہل بیت علیہم السلام درپے آزار ہو جائیں گے۔ سوچ سمجھ کر اظہار کیجیو۔ مجاہد پر یہ آفتیں گذر چکی ہیں۔ کہیں آپ کی ملازمت پر اثر نہ پڑ جائے۔

ظریف احمد۔ خوب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ درپے آزار کس لئے ہونگے میں نے کسی کا کچھ برا کیا ہے۔

احمد حسن۔ اور اس سے زیادہ کیا برا کرو گے ان کے بزرگوں کی تقلید سے منحرف ہو گئے۔

ظریف احمد۔ جب حق و باطل کا واضح طور پر امتیاز ہو چکا۔ پھر اگر میں حق چھوڑ کر باطل کا پابند رہوں تو میری ضد اور ہٹ دھرمی پر محمول ہو گا۔ نہ کہ حق پسندی پر اور اس ضد کا جواب جلاس الہی میں کیا دوں گا۔

احمد حسن۔ بیشک حق پسندی کا تو مقتضایا یہی ہے۔ مگر وہ اپنے خیال میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بجائے اپنے بزرگوں کی اطاعت کو حق سمجھتے ہیں اور اسی پر دوسروں کو مجبو کرتے ہیں۔

ظریف احمد۔ خواہ کون حق کو ناحق اپنی شقاوت قلبی کے سبب سمجھے یا کہے مگر جب بالاتفاق آیہ مبارکہ اور آیہ تطہیر کی تفسیر سے اہل بیت نبوی کی شناخت ہو گئی۔ اور آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے تحت میں اہل بیت نبوی کی محبت اور اطاعت واجب ہے۔ اور غدیر خم وغیرہ پر پیغمبر خدا نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بلا فصل و تہرار دیدئے۔ تو پھر یہ نہ مانے قرآن مجید کی مخالفت کرنے والا سلیقہ ہے یا کافر۔

احمد حسن۔ بے شک مستدران مجید کا منکر کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محمدؐ اور آل محمدؐ کی محبت پر استقامت بخشے۔ آپ کے قبول حق سے احقر کو از حد مسرت ہوئی۔

ظریف احمد۔ جناب صوفی ضمیر حسن صاحب آپ بھی چونکہ ہمارے ہم جلیس ہیں اور قریب قریب میری اور چودہری صاحب کی تمام گفتگو آپ کے گوش گزار ہو چکی۔ اب آپ کی کیا رائے ہے۔
ضمیر حسن۔ بھائی صاحب چودہری صاحب کی محققانہ گفتگو میں کیا کلام ہے بے شک آل محمدؐ حمد صفات میں لاثانی ہیں۔ اور انہی کی محبت و اطاعت پر فلاح دارین منحصر ہے۔

احمد حسن۔ الحمد للہ جناب صوفی صاحب آپ کی اس صدق مقال صمد اللہ تعالیٰ تب صدق محمدؐ آل محمدؐ عطا فرمائے۔ آئے بغلیں باہم ملکر درود شریف کے نعرے بلند کیجئے۔ اللہم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

ظریف احمد۔ اکثر حضرات اہل سنت کا یہ بھی اعتراض ہے کہ شیعہ مصنوعی سنی کے نام اکثر مناظرے تالیف کر کر دہو کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہم شیعوں کا پورا ایڈرس درج ذیل کرنا چاہئے۔ تاکہ یہ شک رفع ہو جائے۔

احمد حسن۔ بہتر۔

احقر الکونین احمد حسن خلف اکبر علی نمبر دار قوم گوجر ساکن قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور سابق سنی۔

ماسٹر شیخ ظریف احمد خلف الصدق محمد حنیف صاحب مرحوم۔ ساکن قصبہ

کرانه ضلع مظفرنگر سابق سستی -

صوفی شیخ ضمیمہ حسن ساکن قصبہ کرانه ضلع مظفرنگر سابق سستی - مال شیعہ اثنا عشری
 اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم و صل علی جمیع الانبیاء و المرسلین و علی
 ملائیکتہ الممیزین و علی جمیع عباد اللہ الصالحین -



